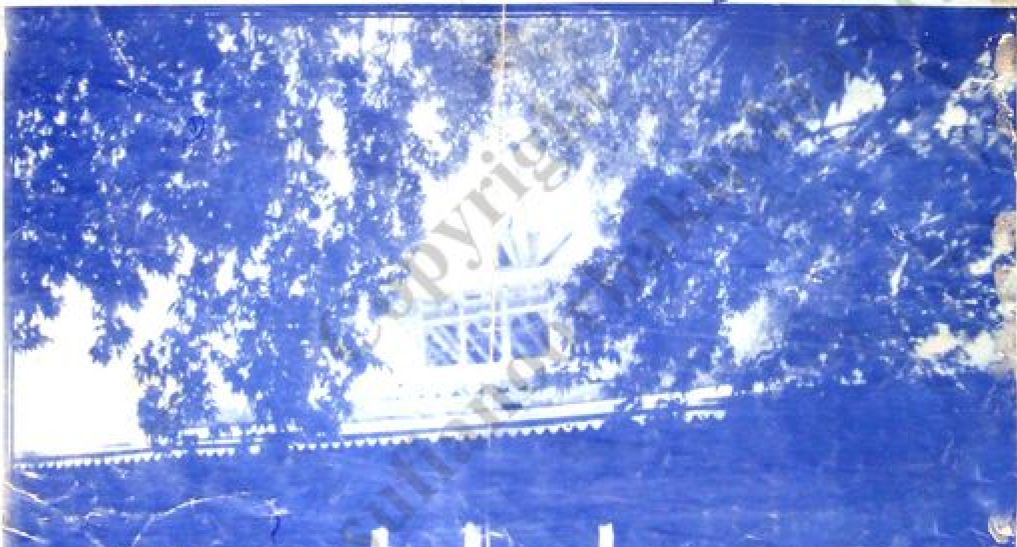
ماہنامہ

انٹرنیشنل

نوائے صوفیہ

اسلام آباد

شمارہ نمبر ۷۹ — قیمت پندرہ روپے — نومبر ۲۰۰۳ء



فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مردِ کہستانی

خانقاہِ معلیٰ

قارئینِ نوائے صوفیہ سے اپیل

محترم قارئین اور غیرت مند نوربخشی بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید ہے آپ سب اللہ کے فضل وکرم سے بخیر وعافیت ہوں گے۔ آپ سب اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ انفارمیشن ٹیکنالوجی، میڈیا اور نشر واشاعت کے اس دور میں ملتِ نوربخشیہ کا واحد اشاعتی ادارہ نوائے صوفیہ ہے جس کے باعث عالم نوربخشیت کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز ہونے کے علاوہ دنیا بھر کے نوربخشیوں میں ربط وضبط بڑھا ہے۔ خاص کر لداخ، کرگل اور انڈیا کے دیگر حصوں کے نوربخشیوں میں بیداری کی نئی لہر آئی ہے اور نوربخشی انجمنوں کا قیام، کتابوں کی اشاعت اور مدرسہ صوفیہ نوربخشیہ ڈیرہ دون جیسے اہم اداروں کا قیام عمل میں آیا ہے۔ اس فکری انقلاب کا سہرا بلاشبہ نوائے صوفیہ کی اشاعتی وفکری کاوشوں کا سر ہے۔

یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ نوائے صوفیہ کو ہمیشہ سے اشاعتی تسلسل کے لئے مشکلات کا سامنا رہا ہے۔ اشاعتی تاخیر پر فرزندان ملت سے ہمیں گلہ شکوہ بھی سننے کو مل رہا ہے، یقیناً یہ اس بات کی غمازی ہے کہ آپ کو اس رسالہ سے والہانہ عقیدت ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ رسالے کی طرف سے آپ پر بھی کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں کہ عطیات، سالانہ چندے کی بروقت ترسیل اور قولی واخلاقی طور پر ادارے کے ساتھ تعاون کریں۔

یاد رہے کہ! ادارے کے ساتھ تعاون کئے بغیر صرف گلہ شکوہ اور تنقید کرنا بجز کامیابی اور حصول مقاصد کی توقع رکھنا مذہب دوستی اور مخلصی ہرگز نہیں ہے بلکہ دوستی اور مخلصی صرف اسی صورت میں کہلائی جا سکتی ہے کہ کرۂ ارض پر واحد نوربخشی اشاعتی مشن کے ساتھ مالی، قلمی اور اخلاقی تعاون کرتے ہوئے پوری دنیا میں احیائے تصوف اور اشاعتِ مسلک صوفیہ نوربخشیہ کے کاز کو تقویت بخشنے میں اپنا کردار ادا کریں۔

فی الوقت ادارے کو درپیش مسائل میں سے ایک تو مستقل خریداروں کی طرف سے سالانہ چندے کی ترسیل میں تاخیر اور انقطاع ہے جس کے باعث نوائے صوفیہ کی بروقت اشاعت ناممکن ہو کر رہ جاتی ہے جبکہ اس سے کہیں زیادہ خلل پذیری کے باعث امر یہ ہے کہ نمائندوں کی طرف سے مکمل تعاون نہیں ہو رہا۔ نوائے صوفیہ اس وقت اپنی تشہیر کے لئے ملک بھر میں پھیلے ہوئے اپنے نمائندوں سے توقعات وابستہ کر رکھی ہے اور اسی مد میں ترسیل کا زیادہ حصہ نمائندوں کے ہی نام کیا جا رہا ہے۔ لہذا قارئین نمائندوں کے ساتھ مکمل تعاون کر کے تشہیر کے کام کو استحکام بخشیں۔ عطیات اور چندے نوائے صوفیہ کی درج ذیل ایڈریس کی توسط سے بھیجیں۔ **جی ایچ معروفی** مکان نمبر 67-D، گلی نمبر 12، سیکٹر G-7/3-2، اسلام آباد۔

ادارہ نوائے صوفیہ کو اپنے مخلص نمائندوں پر بھرپور اعتماد کا اظہار کرتا ہے مگر نمائندہ حضرات اس عظیم اشاعتی مشن کے معاملے میں اپنے فرائض کی ادائیگی صحیح معنوں میں بجا نہیں لا رہے، یہی وجہ ہے کہ ماہانہ اخراجات کی بنسبت ماہانہ آمدن نہ ہونے کے برابر ہے۔ لہذا رسالہ کی اشاعتی تسلسل کو برقرار رکھنے کے لئے نمائندہ حضرات فرض شناسی اور مذہب دوستی کا ثبوت دیتے ہوئے رسالے کو بروقت تقسیم کر کے پیسے ادارے کے نام بھیج دیں تاکہ رسالہ بروقت اور تسلسل کے ساتھ شائع کیا جا سکے۔ نوائے صوفیہ کے اشاعتی مشن کو جاری وساری رکھنا ہم سب کا ملی، مذہبی اور اجتماعی فریضہ ہے۔

لہذا

- ☆ رسالے کا واجب الادا چندہ اولین فرصت میں ارسال کیا کریں۔
- ☆ مستقل قارئین دوسرے بھائیوں کو بھی اس کارِ خیر میں حصہ لینے کی دعوت دیں۔
- ☆ نمائندہ حضرات رسالے سے متعلق بقایاجات اور ادائیگیاں بروقت ارسال کریں۔
- ☆ تمام نوربخشی بھائیوں سے گذارش یہی ہے کہ اس رسالے کو خرید کر پڑھیں تاکہ ادارہ مالی مشکلات سے نکل سکے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

ماھنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل

شمارہ نمبر ۷۹ قیمت پندرہ روپے نومبر ۲۰۰۳ء

بانی: ڈاکٹر غازی محمد نعیم، مدیر اعلیٰ علامہ محمد بشیر، آرگنائزرز: غلام مہدی تصوفی، جی ایچ معروفی، لیاقت علی خان

خط وکتاب کا پتہ: 358-A سیکٹر نمبر G-6/1-1، اسلام آباد پاکستان

اکاؤنٹ نمبر UBL 17738 سیکریٹریٹ برانچ، اسلام آباد

نوٹ: مضامین اور مندرجات کی ذمہ داری مضمون نگار اور نامہ نگار حضرات پر عائد ہوتی ہے۔

فہرست مضامین

ایڈیٹر اینڈ پبلشر محمد بشیر نے انٹر گرافک پرنٹرز آئی نائن فور اسلام آباد سے چھپوا کر دفتر نوائے صوفیہ G-6/1-1،358-A سے شائع کیا۔

Composed & Designed By: Mujahid Hussain Kawish

☆اداریہ☆

تفکر وتذکر

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

قدر و قیمت کے اعتبار سے مچھر کے پَر کے دسواں حصے کے برابر کی بھی حیثیت نہ رکھنے والی یہ دُنیا اہلِ تکلیف کے حوالے سے دو حصوں میں منقسم ہے۔

۱۔ جن کی دُنیا
۲۔ انس کی دُنیا

ہماری بحث انس کی دُنیا سے ہے۔

انس کی دُنیا دو حصوں میں منقسم نظر آتی ہے۔

۱۔ نظریاتی دُنیا
۲۔ غیر نظریاتی دُنیا

ہماری بحث نظریاتی دُنیا سے ہے۔

نظریاتی دُنیا پھر دو حصوں میں منقسم نظر آتی ہے۔

۱۔ مسلم دُنیا
۲۔ غیر مسلم دُنیا

ہماری بحث مسلم دُنیا سے ہے۔

عمومی نظریہ

مسلم دُنیا کا ایک مشترکہ نظریہ ہے۔ اس مشترک نظریے کا نام اسلام ہے۔ ربّ العالمین کے نزدیک یہی عقیدہ قابلِ قبول ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام۔ سورۂ آلِ عمران آیت نمبر ۱۹

یعنی بے شک اللہ کے نزدیک (قابلِ قبول) دین اسلام ہے۔ ربّ العالمین نے اپنے اس قرآنی اعلان کی مزید تاکید فرمائی۔ ارشاد باری ہے۔

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْناً فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ سورۂ آلِ عمران آیت نمبر ۸۵

یعنی جو کوئی بھی اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا تو وہ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ قرآنی اعلان سے ہر عقلمند فرد کو یقین کرنا پڑتا ہے کہ حقیقی کامرانی کے لئے صحیح معنوں میں دینِ اسلام سے قلبی لگاؤ رکھنا ضروری ہے۔ اسلام کو چھوڑ کر کسی غیر اسلامی نظریہ کا اختیار کرنا اپنی اُخروی بربادی کو دعوت دینا ہے۔ لہٰذا اسلام ہی کو اختیار کرنا مسلم دُنیا کی شہریت رکھنے والے ہر فردِ بشر کے لئے نہایت ضروری ٹھہرتا ہے۔

ہم آہنگی کا فقدان

یہ امر نہایت افسوسناک ہے کہ خیر القرون سے بعد زمانی جس قدر طویل ہوتا جا رہا ہے، اُسی قدر مسلم دُنیا میں معنوی ہم آہنگی کا فقدان فروغ پاتا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کل مسلم دُنیا بہت ساری مملکتوں میں منقسم ہونے کے ساتھ ساتھ خطرناک حد تک فکری عدم وحدت سے دوچار نظر آتی ہے۔ جمہوری تماشا والی گروہ بندی کا ہر سُو طوطی بولتا ہے۔ اہلِ اسلام کی لازوال معنوی وحدت کا خواب صرف اذہان میں شرمندۂ تعبیر ہونے کو ترس رہا ہے۔ ہم اہلِ صوفیہ نوربخشیہ سب سے زیادہ معنوی نقصان سے دوچار نظر آتے ہیں۔ ہماری عظیم معنوی وحدت کو بیگانوں سے زیادہ اپنوں نے بیگانوں کے خفیہ آلۂ کار بن کر ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا۔ اس قسم کا جو گونہ رجحان

زیر زمین فروغ پانے کے ساتھ ساتھ کبھی کبھار منظر عام پر بھی آجاتا ہے۔ ایسے میں ہم کو حتی الامکان اپنے معنوی وجود کا دفاع کرنا پڑتا ہے۔ حق کا ساتھ دینا اور اس کا دفاع کرنا ضروری ہے۔ اس بارے میں مجرمانہ چشم پوشی والا نظریہ اپنی معنوی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے، ماضی میں یہی ہوتا رہا ہے۔

ہمارے بعض معزز احباب اور کرم فرماؤں کا یہ انداز نہایت کمزور پہلو کا حامل ہے کہ ہم اپنی اشاعت کو غیر جانبدار رکھے۔ غیر جانبداری والا نظریہ خالص اُن دنیوی معاملات کے حق میں خالص دُنیاداروں کا شیوہ ہے جو اسلامی احکام سے متصادم نہ ہوں۔ اسلام میں غیر جانبداری ضعف ایمان کا نتیجہ ہے۔ اسلام حق کا ساتھ دینے کی تاکید کرتا ہے اور حق کے خلاف محاذ آرائی والی صورتوں سے کنارہ کش رہنے کو نہ صرف واجب قرار دیتا ہے بلکہ ضرورت پڑنے پر اس کیلئے مجاہدانہ معرکہ آرائی اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔

واضح رہے! کہ غیر جانبداری کا نظریہ اپنے مخصوص سیاسی مفادات کی خاطر بعض ممالک کی اپنی اپنی اندرونی پالیسی کا عکاس ہے۔ اس کے باوجود عملاً غیر جانبداری زمانے کے نشیب وفراز وغیرہ کے نتیجے میں زوال پذیر نظر آتی ہے۔ بسا اوقات غیر جانبداری کھلے انداز میں جانبدارانہ رُخ اختیار کرتی دکھائی دیتی ہے۔

ہمارے معزز کرم فرما کو سمتِ مخالف کی منافقانہ خامہ فرسائی اور معنوی چالبازی کے بارے میں توجہ دلاؤ نوٹس جاری کرنے کی چنداں ضرورت محسوس نہیں ہوئی اور ہماری حقیقی معنوں میں مبنی برحق مدافعانہ خامہ فرسائی پر مشتمل بعض شماروں سے وہ سیخ پا نظر آنے لگے۔ اگر کسی جانب سے ہمارے معنوی وجود کو عدم سے ہمکنار کرنے کی پُرفریب سازش والا دام بچھایا جارہا ہو تو کیا وحدتِ ملی کے درد کے حامل اہل دانش کو نام نہاد غیر جانبداری اپنا کر چپ سادھ لینا زیب دے گا؟ ہرگز نہیں۔ محاذ آرائی کی صورت میں ہر فریق دوسرے کی پالیسی کی نفی کرتا ہے۔ ایک دوسرے کی نفی کی وجہ سے پورے مذہب کی نفی لازم آنے کا نتیجہ اخذ کرنا انتہائی کمزور ذہن کی پیداوار ہے۔ کیونکہ ایک فریق کا موقف مبنی برحق ہوا کرتا ہے اور دوسرے فریق کا موقف واضح طور پر مبنی بر بطلان ٹھہرتا ہے لہذا اس سے پورے مذہب کی نفی لازم نہیں آسکتی۔

معزز کرم فرما نے اس سلسلے میں ہم سے معذرت خواہی بھی کی ہے۔ ہم ان کے شکرگزار ہیں کہ انہوں نے ہمیں اصل حقیقت سے عوام کو آگاہ کرنے کا موقع فراہم کیا۔ ماضی میں پُرفریب معنوی سازشوں کو بے نقاب کرنے کے بجائے مجرمانہ خاموشی اختیار کرنے کا انتہائی بھیانک نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ ہمارے اہل علم و دانش کو خوب بیدار رہنے کی ضرورت ہے۔ کھوٹے اور کھرے میں امتیاز کرنے کی ضرورت ہے۔ نفاق پسندوں کی معنوی شرارتوں پر "آبیل مجھے مار" والا موقف یکسر ٹھکرانے کی ضرورت ہے اور اپنے معنوی دفاع کو زیادہ سے زیادہ مؤثر بنانے کی ضرورت ہے تاکہ ہم جملہ محاذوں پر کامران ثابت ہوں۔

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

اقوالِ لقمان علیہ السلام

اے بیٹے! جھوٹ بولنے والے کے چہرے کی رونق زائل ہوجاتی ہے۔

اے بیٹے! جنازوں کی شرکت آخرت کی یاد دلاتی ہے۔

اے بیٹے! لوگوں سے اچھی بات خندہ پیشانی سے کر یہ تجھے محبوب بنا دے گی۔

اے بیٹے! لوگوں کی تعریف کا خواہشمند نہ ہو۔

اے بیٹے! جب کسی کے گھر جاؤ تو زبان اور آنکھوں کی حفاظت کرو۔

اے بیٹے! جسم کو گندگی سے، زبان کو غیبت اور گالی سے پاک رکھ۔

☆فقہ☆

مجموعۂ شریعت محمدیہ

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

گذشتہ سے پیوستہ

اما السھو ولوترك واجباً متیٰ یذكر فی الصّلوٰة یجوز ان یّرجع الیه ویتداركه ومنه علی الترتیب یتم صلوته ویسجد للسھو ولو زاد واجباً فیذكر فلاشیء علیه الّا اَن یّسجد للسھو ولو سھیٰ عن عدد الرّكعاتِ اِن یّذكرفی صلوته فعلیه اَن یّحاسب ما تتقن به ویتمھا ویسجد للسھو وفی سھو السّنن زیادۃً اَو نقصاناً ان سجد فمستحبٌ وان لم یسجد فلاباس به ولو سھیٰ فی السھو فلاحاجة الیٰ تلافیه ومن كثر سھوهٗ كذالك۔

نماز میں سہو ہونے کا مسئلہ:

ترجمہ: اگر بھولے سے کوئی نماز گزار کسی واجب فعل کو چھوڑ بیٹھے تو جب بھی نماز میں یاد آجائے تو اُس فعل کی طرف لوٹ آنا اور اُس کی تلافی کرنا نیز اُسی فعل سے شروع کر کے ترتیب کے مطابق نماز گزار نماز کو تمام کرے اور سجدۂ سہو بجالائے۔ اگر نماز گزار نماز میں کسی فعل کا اضافہ کرے پھر اُسے وہ یاد آجائے تو اُس کے ذمے سجدۂ سہو بجالانے کے سوا کوئی چیز لازم نہیں ہے۔ اگر رکعتوں کی تعداد کے بارے میں سہو ہوجائے اور نماز کی حالت میں اُسے یاد آجائے تو اُس کے ذمے یقینی جہت کو شمار کرنا اور نماز کو تمام کرنا نیز سجدۂ سہو کا بجالانا لازم ہیں۔ سنتوں میں اضافہ یا کمی کی صورت میں سہو ہوجانے پر اگر سجدۂ سہو بجالائے تو مسنون ہے۔ اگر سجدۂ سہو بجا نہ لائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر نماز میں سہو ہونے میں سہو ہوجائے تو اُس کی تلافی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جس نماز گزار کو کثرت سے سہو کا سامنا رہتا ہو اُس کا بھی یہی حکم ہے۔

وضاحت:

مذکورہ عبارتوں میں نماز گزار سے نماز میں بھول چوک ہونے کے بارے میں چند اُمور کی نشاندہی کی گئی ہے۔

۱۔ واجب کی کسر

۲۔ واجب کا اضافہ

۳۔ تعدادِ رکعت کی کش مکش

۴۔ سنتوں میں سہو کی نوعیت

۵۔ سہو کا وجود و عدم

تفصیل وضاحت:

۱۔ "واجب کی کسر" کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نماز گزار نے نماز کی بجا آوری کے دوران نماز کے کسی واجب فعل کو بھولے سے چھوڑ دیا ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ نماز پڑھتے پڑھتے جب اسے فعل متروک یاد آجائے تو وہ اُس فعل متروک کی طرف واپس آجائے اور اُسی فعل متروک کی بجا آوری سے نماز کا بقیہ حصہ پورا کرے اور آخر میں سجدۂ سہو بجالائے۔ اس سے نماز میں واجب کی جو کسر رہ گئی ہوتی ہے وہ پوری ہوجائے گی اور نمازی نماز کی ادائیگی سے سبکدوش ہوسکے گا۔

☆فضائل اہلِ بیت☆

حضرت فاطمۃ الزہراء

مولانا ابراہیم فیضی، یوچنگ

فخر رسل تاجدار انبیاء، حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی نور نظر، حضرت خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی لخت جگر جناب سیدہ طاہرہ فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں۔ سال ولادت میں اختلاف ہے۔ علامہ واقدی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جناب فاطمہ اس وقت پیدا ہوئیں جب قریش کعبہ معلیٰ کی ازسرنو تعمیر کررہے تھے۔ اس وقت حضورؐ کا سن مبارک 35 سال تھا۔ تاریخ طبری، اصابہ اور تاریخ خمیس میں اسی روایت کی توثیق کی ہے جبکہ طبقات ابن سعد نے تین نبوی کا ذکر کیا ہے۔ حاکم نے مستدرک، ابن عبدالعزیز نے البراہین، سب میں بعثت سے ایک سال پہلے بتلایا ہے۔ ابوعمر سے روایت ہے کہ بعثت سے ایک سال بعد ولادت ہوئی۔ شیخ طوسی نے منتھی الآمال میں بعثت کے دوسرے سال میں ولادت بتایا ہے۔ جبکہ کافی، کشف الغمہ، مناقب مصباح میں تفصیلاً تحریر ہے کہ آپ بروز جمعہ جمادی الآخر، بعثت کے پانچ سال بعد ہجرت سے ۸ سال ۸ ماہ اور ۲۲ دن قبل، عام الفیل کے ۴۵ سال بعد پیدا ہوئیں۔ اسی تاریخ کے مطابق ہم ۲۰ جمادی الآخر کو آپ کی ولادت کا دن بطور عید مناتے ہیں۔

بہرحال آپ کی ولادت کے بارے میں اختلاف اس لئے ہوتا ہے کہ بعض لوگ تو آپ ﷺ کے گھر والوں اور زندگی کے بارے میں تحقیق کرنے کی جرأت نہ کرسکے۔ بلکہ لوگوں سے معلوم کر کے سنی سنائی پر اعتبار کرتے تھے۔ یقینی تاریخ ولادت بتانا مشکل ہے جبکہ شادی کی تاریخ اور تاریخ وفات مسلمہ امر ہوتا ہے کیونکہ یہ [illegible] عظیم واقعہ ہوتا ہے جو سب کو معلوم ہوتا ہے۔ مسلمہ تاریخ یہ ہے کہ آپ کی شادی ۲ ہجری میں ہوئی۔ اس وقت باختلاف روایت آپ کی عمر پندرہ سال یا اٹھارہ سال تھی۔ اس طرح آپ کا بوقت وصال ۲۵ سال کی عمر یا ۲۸ سال کی عمر تھی۔ یہ تمام اختلاف ولادت کی تاریخ کی وجہ سے ہے۔

بہرحال آپ کی پیدائش ہوئی اور آپ کا نام فاطمہ رکھا گیا۔ فاطمہ فطم سے مشتق ہے اور فطم کے معنی چھڑانا یا چھوڑنا ہے۔ یہ لفظ لازم اور متعدی دونوں استعمال ہوتا ہے۔ یہ نام اسلام سے قبل بھی متداول تھا۔ جبکہ خود رسول کریم ﷺ کے اجداد میں سے نو خواتین کے نام فاطمہ تھے۔ صحابیات میں سے بیس عورتیں فاطمہ کے نام سے تھیں۔ فاطمہ نام باعث خیر و برکت کے لئے رکھا جاتا تھا۔ حضرت خدیجہ کی والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ اس لئے حضرت خدیجہؓ کی خواہش تھی کہ اگر کوئی بچی ہوں تو فاطمہ نام رکھا جائے گا۔ حضرت علی کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد تھا، جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی بڑی محبت و شفقت سے کفالت کی تھی اور حضور بھی آپ کا احترام کرتے تھے۔ اور بعض اوقات تو حضورؐ اپنی چچی کو ماں کہتے تھے۔ خیال ہے کہ اس بزرگ خاتون کی رضائے طبع کے لئے حضورؐ نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ رکھا۔

بعض کا خیال ہے کہ آپ تمام نسوانی عوارض سے پاک تھیں اس لئے آپ کو فاطمہ کے نام سے پکارا۔ جبکہ بحار الانوار میں حضرت جعفر سے روایت یہ ہے کہ اپنی فضیلت، شرف اور دیندار [illegible] حسب و نسب کے

لحاظ سے زنان زمانہ سے منفرد تھیں کہ آپ ہر شر سے منقطع اور ہر قسم کی برائی سے پاک و پاکیزہ تھیں۔

ابن حجر عسقلانی نے مواہب لدنیہ میں اور امیر کبیر سید علی ہمدانی نے مودۃ القربی میں اس نام کی توجیہہ کی ہے کہ خدائے جلیل نے آپ اور آپ کی ذریت کو آتش جہنم سے محفوظ رکھنے کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا خیال یہ ہے کہ یہ توجیہہ بعید از فہم ہے کیونکہ اگر ذریت میں سے کوئی فرد بُرے کردار کا مالک ہو تو یقیناً جہنم میں جائے گا۔

کسی نے یہ توجیہہ لکھا ہے کہ **لانها عظمت وقبلت عن النظیر**۔ آپ اپنی مثل اور نظیر کے لحاظ سے الگ اور منفرد ہیں۔

القاب:

آپ کے بہت سے القاب ہیں لیکن جو اہم اور مشہور ہیں۔ وہ بتول ہے جو تبتل سے مشتق ہے۔ مراجع النور میں ہے، **البتول هی العزراء المنقطعه من الازواج ویقال هی المنقطعة الی الله من الدنیا وهی لغة فاطمه بنت النبی ﷺ**۔

حضرت مریم چونکہ تارک الدنیا اور یاد الٰہی میں مصروف رہتی تھی، اس لئے مریم العزراء یا بتول کے لقب سے مشہور تھی۔ جبکہ دوسرا لقب سیدہ ہے جو حدیث رسول میں فاطمہ سیدۃ النساء العالمین اور دوسری حدیث میں سیدۃ النساء اھل الجنۃ سے ماخوذ ہے۔ یہاں بھی تفصیلات بہت ہیں، ہم مختصراً لکھتے ہیں۔ آپ عبادت ریاضت، حلم، باپ کے احترام شوہر کی خدمت، بچوں کی تربیت میں منفرد مقام رکھتی تھیں۔ گویا کہ آپ ایک عظیم بیٹی، عظیم بیوی پھر ایک عظیم ماں کی حیثیت سے دوسری تمام عورتوں سے ممتاز مقام رکھتی ہیں۔ دنیا میں ساس بہو کے روایتی جھگڑے عام ہیں۔ اس رشتے سے آپ بھی واسطہ رکھتی تھی، لیکن آپ نے اپنی عملی زندگی کے ذریعے ہمیشہ کے لئے اس روایتی جھگڑے کو معاشرہ کے لئے ناسور قرار دیا۔ آپ سلام اللہ علیہا گھر میں خود صفائی کرتی، جھاڑو دیتی، بچوں کی تربیت فرماتی، لیکن آپ کی ساس فاطمہ بنت اسد تقریبات میں شرکت کرتیں۔ اگرچہ حضرت علی کی والدہ ہونے کی وجہ سے آپ بھی بیٹی کی حیثیت سے [illegible] رہتی تھی تاہم خود حضور بھی حضرت فاطمہ بنت اسد کو ماں خیال کرتے تھے۔ اس لئے بھی یہ خدمت گذاری اور دلچسپ ہو جاتی تھی۔ جبکہ آپ نے دنیا میں مختصر زندگی گذاری لیکن اس عرصہ میں آپ نے ایک کارنامہ انجام دیا کہ کوئی عورت یا خاتون آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ آپ نے حضور ﷺ کو اس وقت تسلی دی جب آپ کو آپ کی قوم تکالیف اور دکھ دے رہی تھی، اس وقت آپ بیٹی بن کر آپ کی مدد کی۔ جب آپ کی شادی پندرہ یا اٹھارہ سال میں ہوئی تو اگرچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بہت غریب آدمی تھے لیکن ان کی غربت کے باوجود آپ خوش رہے اور کبھی غربت کی شکایت نہیں کی۔ شوہر کی خدمت اور تربیت اولاد کے باوجود آپ اللہ کی یاد سے غافل نہیں رہی، جی بھر کر اللہ کی عبادت کرتیں۔

ایک رات عشاء کی نماز کے بعد سجدہ میں گئی تو سجدہ ہی میں بلال صبح کی اذان دے رہا تھا۔ آپ نے سر اٹھا کر اللہ سے استغاثہ کیا! اللہ نے کتنی چھوٹی راتیں بنائی ہیں کہ فاطمہ بنت محمد کا ایک سجدہ پورا نہیں ہوتا جبکہ راتیں گذر جاتی ہیں۔ اللہ کی طرف سے آیت نازل ہوئی۔

والذین یبیتون لربهم سجداً وقیاما ۔ اللہ کے بندے وہ ہیں جو تمام رات اپنے رب کے لئے یا سجدہ میں یا قیام کی حالت میں رہتے ہیں۔ اپنی آرام اور چین کو قربان کرکے آپ نے دو بیٹے حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور دو بیٹیاں حضرت زینب وام کلثوم اسلام کو دیا جنہوں نے اپنے زمانہ یا وقت کے مطابق اپنی استعداد کے مطابق اسلام کی خدمت کیں اور اسلام کو ان نفوس قدسیہ کی خدمات جلیلہ پر فخر ہیں۔

(باقی صفحہ نمبر 19 پر ملاحظہ فرمائیں)

☆تحقیق وجستجو☆

رسالہ تلویحات

مولانا شکور علی انور، گلگت

رسالہ تلویحات امام محمد نور بخش رحمۃ اللہ علیہ کے باقیات الصالحات کا ایک نمونہ ہے۔ جس کا اردو ترجمہ افادۂ عام کی خاطر شائع کیا جا رہا ہے۔ یہ ترجمہ قاری شکور علی انور خطیب جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ گلگت کے رشحات قلم کا حصہ ہے جسے شکریہ کے ساتھ نذر قارئین کیا جا رہا ہے۔

رسالہ تلویحات اب تک شائع نہیں ہوا۔ یہ قلمی نسخہ نبوت وولایت کی معرفت پر سید العارفین امام المحققین غوث المتاخرین حضرت شاہ سید محمد نوربخش قدس سرہ العزیز کی ایک جامع روشن تحقیق اور روح پرور بیان ہے۔ اس کے ساتھ ایک اور رسالہ فوائد بھی شامل ہے۔ جس میں علم نجوم کے بارے میں بڑی وضاحت اور علم افروزی فرمائی گئی ہے۔ مندرجات مشمولہ کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ایک محقق کے کمال علم کا میدان کتنا وسیع ہوتا ہے اور ان حقائق سے نہ صرف علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ بلکہ ایک مختلف فیہ مسئلہ کی تحقیق میں استنباط واستخراج اور معانی ومطالب کے طرز بیان سے یوں اندازہ ہوتا ہے کہ علوم حقائق ودقائق کا یہ دریا ایک کوزے میں کیسے بند کیا جا سکتا ہے۔ اور مسلمانوں کو معارف حقیقت کے اسرار ورموز سے کس طرح آگاہی کا سامان فراہم کر سکتے ہیں۔

اہل عرفان وحقیقت ہی دراصل معارف الٰہی کے محافظ ومعتمد ہوتے ہیں۔ جو علوم قرآن واحادیث سے صحیح رہنمائی کر سکتے ہیں۔ ہم جن مسئلوں میں شک اور گمان رکھتے ہیں ان مسائل میں یہ لوگ ہمیں ظن وگمان اور وہم وقیاس سے نکال کر رشد وہدایت کی تعلیم سے رفعت کمال تک پہنچا دیتے ہیں۔ بدعات اور خطرات کی تاریک راہوں سے نکال کر یقین واطمینان کی سطح پر لے آتے ہیں۔ یقیناً یہ دونوں رسالے اپنے مخصوص مسائل میں مشعل راہ ہیں۔ اس رسالہ کے ابتدائی صفحات معدوم اور ناپید ہیں اور آخری صفحات محفوظ ہیں۔ ان دونوں رسالوں کے قلمی نسخے جو محمد بن محمد عبدالعلی کشمیری نے خط نسخ شکستہ میں تحریر کئے ہیں۔ اس کے آخر میں تمت رسالۃ الفوائد لکھنے کے بعد سن بھی درج کیا گیا ہے۔ اس سن کے مطابق حضرت میر سید محمد نوربخش رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے پچپن سال بعد یہ قلمی نسخہ نقل کیا گیا ہے۔

بلتستان میں اس نسخے کی متعدد کاپیاں پائی جاتی ہیں جو مختلف علماء کرام کے کتابی ذخیروں میں محفوظ ہیں۔ دراصل یہ نقل مرحوم مولانا محمد علی صاحب کوروی نے ایران سے لے آئے تھے۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس فوٹو کاپی میں صفحہ اولی پرنٹ ہونے سے رہ گیا ہے۔ جس کی تلاش جاری ہے۔ یہاں صرف اہل علم کے استفادہ کے لئے اصل کتاب کے متن کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد وصلوۃ کے بعد!

جان لو دنیا کے تمام موجودات سے اچھا گروہ اللہ تعالیٰ کی لقاء کے پیاسوں کو (حقیقی) زندگی کے سرچشمہ تک پہنچانے والا، انبیاء اور اولیاء (کے درجوں کو) پہنچا ہوا گروہ ہے۔

یاد رہے کہ جلالِ خداوندی کے گہرائیوں تک اور حضرت لم یزل ولایزال کے جمال کی گہرائیوں تک رسائی بہت کٹھن، سخت مشکل اور ایک امر محال ہے۔ یہ گروہ جو کہ خود پہنچے ہوئے دوسروں کو خدا تعالیٰ تک پہنچانے والے کامل واکمل اولیاء کا ہے۔ اس گروہ کی رُشد وہدایت کے ساتھ ہی حق تک عامۃ الناس کی رسائی ممکن ہے، الا ماشاء اللہ۔ یہی وجہ ہے کہ خدا کی معرفت اہل اللہ کی معرفت پر موقوف ہے۔اس لئے حدیث میں وارد ہوا ہے کہ۔

مَنْ لَمْ یَرَیٰ مُفْلِحاً لَایُفْلِحُ

(جس کسی نے کوئی مرشد نہیں پایا گویا اس نے نجات نہیں پائی)، کا اشارہ اسی معانی کی طرف ہے۔کمال صحبت مردانِ خدا سے حاصل ہوتا ہے۔گوہر (عنبر)، سمندر، لعل، کان سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

دلا در صحبتِ اہلِ صفا باش
چو صحبت یافتی اہلِ وفا باش

(اے دل اہلِ صفا کی صحبت میں رہا کرو جب ان کی صحبت نصیب ہوجائے تو ان سے وفاداری اختیار کرو)۔

جب اولیاء کی معرفت مقدمہ کی ترتیب کے بغیر مشکل ٹھہری تو ہر حال میں اولیاء کے ولایت کی معرفت اور نبوت کی وضاحت واجب ہوگئی۔ معلوم رہے! اے فیض اقدس کے حصول کے لئے سعی کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ تجھے اولیاء اور انبیاء کی معرفت کی توفیق نصیب کرے۔صحیح احادیث کے مطابق کہ،

''علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل''

(میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مثال ہیں۔)

وَالشَّیْخُ فِیْ اُمَّتِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ

(شیخ کو اپنی قوم میں ایسی حیثیت حاصل ہے جیسی ایک نبی کو اپنی امت میں)

نبوت اور ولایت کے درمیان اس سے بھی زیادہ مشابہت پائی جاتی ہے جو حد وحساب میں نہیں آسکتی۔ اس بنیاد پر بعض اکابرین (اسلام) کے بارے میں (علماء اسلام) کا اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ ولی تھے یا نبی۔ جیسا کہ حضرت خواجہ خضر اور سکندر (ذوالقرنین) علیہما السلام۔

علماء کرام نبوت اور ولایت کی تعریف میں بے شمار اقوال بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ (نبی کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ) اَلنَّبِیُّ مَنْ اَدْعیٰ النُّبُوَّۃَ وَظَهَرَتِ الْمُعْجِزَۃُ علی یدہ۔

(نبی وہ ہے جو نبوت کا دعویٰ کرے اور اس کے ہاتھ سے معجزہ ظاہر ہوجائے)

والنبیّ ھو الانسان المخبر عن اللہ تعالیٰ بغیر واسطہ احدٍ مّن البشر

(نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی انسان کے واسطے بغیر (غیب) کی خبریں دینے والا انسان ہوتا ہے اور ولی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

الولیّ من الدعیٰ الولایۃ وظھرت الکرامۃ علیٰ یدہ۔

(ولی وہ شخص ہے جو ولی ہونے کا دعویٰ کرے اور اس کے ہاتھ سے کرامت ظاہر ہوجائے) لیکن جو شخص محققین اولیاء کرام کی صحبت میں رہا ہو وہ سمجھتا ہے کہ اس طرح کی تعریفیں جامع، مانع نہیں ہیں۔ اس لئے کہ بہت سارے اولیاء ہو گذرے ہیں اور موجود بھی ہیں اور آئندہ بھی ہوں گے کہ بغیر کسی واسطہ کے حق تعالیٰ سے خطاب، الہام (وغیرہ) استماع کر چکے ہیں اور وہ ملامتی اولیاء کرام جو اپنے احوال کو پوشیدہ رکھتے ہیں۔ وہ ہرگز خرقِ عادت اور کرامت سے کوئی چیز ظاہر ہونے نہیں دیتے، حقیقت یہ ہے کہ یہی گروہ اشرف اولیاء بھی ہے۔ پس یہاں سے معلوم ہوا کہ رسمی علوم کی تعریفیں انبیاء اور اولیاء کے

منصبوں کے مناسب حال نہیں ہیں۔ اور جو کچھ اس فقیر کے نزدیک نبوت اور ولایت کے فرق میں متعین ہے، وہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہے۔ پہلا یہ کہ انبیاء کے مکاشفات بیشتر شرعی اور آفاقی نوعیت کے ہوتے ہیں اور اولیاء کے مشاہدات حقائق اور انفسیات (نفسیانی حالتوں) پر مبنی ہوتے ہیں۔

دوسرا یہ کہ ایک نبی کے لئے مخلوق کو دعوت اور ان کی اصلاح کرنا جبری امر ہے یہاں تک کہ ترک دعوت اس کے لئے گناہ ہے اور یہ معانی کشف والوں کے ہاں ثابت ہیں۔ قرآن مجید میں نبی اکمل کا کشف ہے۔ (یاایها الرّسول بلّغ ما انزل الیك فان لم تفعل فما بلغت رسالته۔ ترجمہ: اے رسول جو کچھ آپ پر نازل ہوا ہے اسے لوگوں تک پہنچا دیں۔ اگر تو ایسا نہیں کیا تو گویا تو نے رسالت پہنچائی ہی نہیں۔ مترجم)

اور ایک ولی کے لئے فطری امر ہے کہ عالم علوی، مغیبات اور اپنے باطن کے اطمینان کے لئے صفات مذموم پر توجہ مرکوز رکھے۔ نبوت کی ولایت پر فضیلت احادیث اور روایات سے ثابت چیز ہے۔ مگر ولایت کو نبوت پر فضیلت دینے کے سلسلے میں متضاد اقوال منقول ہیں۔

مثلاً الولایة افضل من النبوة (ولایت نبوت سے افضل ہے۔) ونهایة الولایة بدایة النبوة (ولایت کی انتہا نبوت کی ابتدا ہے۔) لیکن شجرۂ طیبہ اصل میں ایک ہے، تو نبوت اور ولایت کے مراتب اس شجرۂ طیبہ کی ٹہنیاں ہیں۔ اور اہلِ تحقیق کے نزدیک نبوت اور ولایت کا کما حقہ امتیاز کرنا نہایت دشوار امر ہے۔ جسمانی حالت میں یہ لباس اور بدن کے پاک کرنے سے اور عبادت جوارح سے عبادت (اس صورت میں) مناسب صوری انکشافات ہوتے ہیں۔ حالتِ نفسی میں ملکوت سفلی انکشافات ہوتے ہیں۔ حالتِ قلبی میں ملکوت علوی کے انکشافات ہونے لگتے ہیں۔ حالتِ سری میں تجلیات آثاری کے عالم کی سیر حاصل ہو جاتی ہے۔ حالت روحی میں تجلیات افعالی منکشف ہونے لگتے ہیں۔ حالت خفی میں عالم جبروت کی سیر حاصل ہوتی ہے اور تجلیات صفاتی دیکھنے لگتے ہیں۔ حالت غیب الغیوب میں محویت وفنائیت اور تجلی ذاتی میسر آتی ہے۔ جس طرح ایک سلیم قلب بچے کی مانند غیبی اسرار سے فہیم وحکیم ہوتے ہیں، بینائی اور گویائی کے صفات میں کمال پاتے ہیں۔ ان سات مراتب کے تکمیل کے بعد (باری تعالیٰ کی) توحید ذات وصفات کے حقائق کی معرفت جو کامل وقت (بلوغت) کا نتیجہ ہے، ہونے لگتی ہے۔ اس مقام کو عقل معنوی اور اہل اللہ کی بلوغت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگر یہ صاحب مقام چاہے جوان ہو یا بوڑھا، امیر ہو یا غریب، تو اہل تحقیق کے نزدیک بالغ اور عمر رسیدہ (عاقل) شمار ہوتا ہے۔ اور اگر معرفت توحید کا شعور نہ رکھتا ہو تو وہ فرد ہنوز اطفال طریقت (نابالغ) شمار کیا جائے گا۔ اگرچہ دیکھنے میں وہ فرد بوڑھا اور عمر رسیدہ ہی کیوں نہ ہو۔

اے عزیز! ان مقامات اور احوال سے جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ اگر کوئی فرد ان مقامات میں سے کسی ایک سے زیادہ مقام حاصل نہ کیا گیا ہو وہ بھی اولیاء کی لڑی میں تو موجود ہے اور اگر کوئی بعض مراتب کا کشف اور تجلی یافتہ ہوں تو وہ بھی ولی ہوں گے۔ اگر تمام مراتب احوال اور مقامات میں کمال یافتہ متصرف ہوں گے۔ تو وہ انسان کامل، قطب الاقطاب، غوث الاعظم، امام الاولیاء، وارث مصطفےٰ، مرکز دائرہ وجود، مظہر ذات (الٰہی)، خدا کا خلیفہ اس کے وجود شریف جو کہ قاف لاہوت سے عبارت ہے (قاب قوسین اوادنیٰ)۔ اس لئے تمام اہل کشف وتحقیق نے اتفاق کیا ہے کہ دنیا کسی ایسی ہستی سے خالی نہیں رہتی۔ جب دائرہ وجود میں مرکز کا نہ ہونا محال ہے (تو مرکز کا وجود

ہونا لازمی امر ہے۔

اے عزیز! معلوم ہو کہ معنوی کمالات جو کہ نبی اور ولی کا خاصہ ہے، یہ مقدمہ ہے جسے ہم نے اجمال کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اگرچہ بعض رسمی علوم کے جاننے والے اور ظن (وگمان) والے عوام الناس جو فاسد عقائد رکھتے ہیں۔ نبی اور ولی کی شان میں حروف ومعانی کا امتیازی فرق اور حقیقی مطالب بیان نہ کر سکے۔ انہوں نے جو کچھ معجزہ، کرامت، شعبدہ، سحر جادو، سیمیا (کیمیا) تسخیر جن، تسخیر عناصر، تسخیر کواکب، اور باقی علوم عجیبہ (ہپناٹزم، مسمریزم، یوگا وغیرہ) کو دیکھا اسے بس عظیم سمجھا۔ اس بنا پر (کہنا پڑتا ہے لوگ) اولیاء اور انبیاء سے ارباب باطن کی صحیح شناخت اور معرفت سے عاجز وقاصر ہیں۔

ہم ولی را ولی تواند دید
مصطفےٰ را علی تواند دید

(ولی کو ولی ہی جان سکتا ہے اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علی ہی خوب جان سکتے ہیں) اصلی اور مستحکم قاعدہ یہی ہے۔ اس لئے اہل اللہ کی صحیح معرفت بہت مشکل کام ہے۔ مگر یہ کہ حق سبحانہ تعالیٰ خود اپنی عنایت کے نور سے کسی کو اولیاء کے وجود شریف کی پہچان کی توفیق عطا کرے۔ (اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔) **اتقوا من فراسة المؤمن فانہ ینظر من نور اللہ** (تم حقیقی مؤمن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ تو اللہ کے نور کے ذریعے دیکھتا ہے) دلالت کرتا ہے کہ نور الٰہی کی مدد سے ہی اولیاء کی پہچان ممکن ہے نہ کہ عجیب وغریب چیزوں کے ظہور ہونے سے۔

﴿باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں﴾

قرآنی معلومات

☆ آیات کے لحاظ سے سب سے بڑی سورۃ البقرہ جس میں ۲۸۶ آیات ہے۔

☆ رکوعات کے لحاظ سے بھی سب سے بڑی سورۃ البقرہ اس میں ۴۰ رکوع ہیں۔

☆ آیات کے لحاظ سے سب سے چھوٹی تین سورتیں (العصر، الکوثر اور النصر) ہیں۔ ہر سورت کی تین آیات ہیں۔

☆ رکوعات کے لحاظ سے سب سے زیادہ ذکر حضرت موسیٰ کا آیا ہے۔

☆ قرآن میں سات سو مقامات پر نماز کی تاکید آئی ہے۔

☆ قرآنی کا دل سورۃ یاسین ہے۔

☆ قرآن کی سورۃ اخلاص کو ایک مرتبہ پڑھنے کا ثواب دس پارے پڑھنے کے برابر ہے۔

☆ قرآن کی سورۃ النمل میں بسم اللہ ۲ مرتبہ آئی ہے۔

☆ قرآن کی سورۃ التوبہ بسم اللہ کے بغیر شروع ہوتی ہے۔

☆ قرآن مجید کو ۳۷۹ زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے۔

☆ کاتبان وحی کی تعداد ۴۰ ہے۔

☆ قرآن پاک کی ۷ منزلیں ہیں۔

☆ قرآن پاک میں ۵۴۰ رکوع ہیں۔

☆ قرآن پاک کے کلمات کی تعداد ۸۶۴۳۰ ہے۔

☆ قرآن پاک کی مدت نزول ۲۲ سال قریباً پانچ ماہ ہے۔



☆ فطرت اسلامی ☆

اصبحنا علیٰ فطرۃ الاسلام

مجاہد حسین کاوش

فطرت کے لغوی معنی آٹا گوندھ کر خمیر آنے سے پہلے روٹی پکانا۔ ''تفطر العجین'' اس وقت کہتے ہیں جب آٹا گوندھ کر روٹی پکائی جائے۔ پھر معنی میں توسیع ہو کر کسی ''شیئ'' کو خاص ہیئت پر ایجاد کرنے اور گھڑنے میں فطرت کا استعمال ہونے لگا۔ ''فطر اللہ الخلق'' کے یہ معنی بیان کئے گئے ہیں۔

اللہ کا کسی چیز کو ایسی ہیئت پر گھڑنا کہ جس کے لئے اس کو پیدا کیا گیا ہے، وہ اس کے لائق ہو جائے۔

انگریزی و عربی لغت میں یہ تعریف کی گئی ہے۔

''بچہ کی نیچرل کانسٹی ٹیوشن'' جس پر وہ اپنی ماں کے پیٹ میں پیدا کیا جاتا ہے۔

قرآن حکیم کی اصطلاح میں ''فطرت'' قبولِ حق کی اس قوت و استعداد کا نام ہے جو پیدائش کے ابتدائی مرحلہ میں ہر فرد کو منجانب اللہ عطا کی جاتی ہے۔ راغب اصفہانی نے مذکورہ آیت ''فطرت اللہ التی'' میں فطرت کے یہ معنی بیان کئے ہیں۔

اللہ کی فطرت سے وہ قوت مراد ہے جو ایمان کی معرفت کے لئے پیوست کی جاتی ہے۔

(حدیث کا درایتی معیار ص ۱۰۷۔۱۰۶)

قاضی بیضاوی کہتے ہیں۔

حق کو سمجھنے اور قبول کرنے کی جو استعداد و قدرت ہوتی ہے اس کا نام فطرت ہے۔

(حدیث کا درایتی معیار ص ۱۰۸)

فطرت قبول حق کی قوت و استعداد کا نام ہے جو پیدائش کے ابتدائی مرحلے میں ہر فرد کو عطا ہوتی ہے، اس کی حیثیت ... سمجھنا چاہیے۔ جس طرح تخم میں بالقوۃ نشوونما اور درخت بننے کی استعداد موجود ہوتی ہے، اسی طرح فطرت میں نشوونمائی اور برگ و باری کی استعداد ہوتی ہے۔

فطرت کے اس مرحلے پر ہر انسان نیک اور معصوم ہوتا ہے۔

(لامذہبی دور کا تاریخی پس منظر ص ۷۰)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فطرت اسلامی کو ''لمظہ'' سے تعبیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

ایمان (فطرت) ایک ''لمظہ'' کی صورت سے دل میں ظاہر ہوتا ہے۔ جوں جوں ایمان بڑھتا ہے وہ لمظہ بھی بڑھتا جاتا ہے۔

(نہج البلاغہ ص ۸۸۹)

فطرت کا وجود آدم زاد میں بحیثیت مخفی رہنما کی ہے جو مراحل زندگانی میں انسان کو انگلی تھما کر ایک ایسی آداب حیات کی راستہ دکھاتی ہے جو نیچرتی تقرر شدہ ہے۔ جس میں ازل سے تا ابد تک نظم وضبط کی اصول کارفرما ہے۔ کچھ مزاحم موثرات ہیں جن کی دخل اندازی سے انسان کی حالِ فطرت کا خاتمہ ہوتی ہے۔ پھر وہ کسی اور حال کی زیر اثر چلا جاتا ہے۔ وراثت ماحول اور تربیت فطرت کی ضد ہیں۔ ان تینوں سے گزرنے کے بعد انسان کا سوچ اور عمل انہی کی تابع ہو جاتی ہے۔ پھر رفتہ رفتہ وجود انسانی میں فطری روشنی ماند

پڑنی شروع ہوتی ہے۔

فطرت کے بعض نکات کسی بھی مزاحم سے معدوم نہیں ہو سکتی، ہر حال میں کسی بھی صورت میں وجودِ انسانی میں اپنا مستقر بنائے رکھتی ہے۔ ان میں سے ایک نمایاں فطری نکتہ وحدانیت خدا کی تسلیم و اقرار ہے۔ محقق حضرات کہتے ہیں کہ دہریہ مذہب والوں اور مادہ پرست لوگوں کے علاوہ تمام ادیان و مذاہب کے لوگ خالق کائنات کا ایک اور یکتا ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ اگر شرک بھی کرتے ہیں تو دوسرے خداؤں کو خالق خدا کی نسبت چھوٹا خدا کہتے ہیں۔ پھر بھی بڑا خدا وہ ایک ہی سمجھتے ہیں۔ یا پھر چھوٹے خداؤں کو وہ نعمت دینے والا اور دعا سننے والا تو کہتے ہیں، مگر پھر بھی یہ کہتے ہیں بڑا خدا اور خلق کرنے والا خدا ایک ہی ہے۔ اس لئے کہ انسان کی فطرت ایک خدا کی قائل ہے۔

(قلب سلیم۔ص ۱۱۹)

فطرتِ اسلامی کی تاسیس "عہد الست" کے دن ہی رکھی گئی تھی۔ یہ انسان کا سب سے پہلا عہد تھا۔ اس موقع پر ازل سے ابد تک کے لئے تمام ارواحِ انسانی سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار لیا گیا، جس کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ الاعراف میں ان الفاظ میں ہوا ہے۔

"اور جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی ان کی پشت سے ان کی اولاد نکالی تو خود ان ہی سے ان کے متعلق اقرار لیا (یعنی ان سے پوچھا) اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا کہنے لگے کیوں نہیں۔ ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا رب ہے) (یہ اقرار اس لئے کرایا تھا) کہ قیامت کے دن (کہیں یوں نہ) کہنے لگو کہ ہم کو تو اس کی خبر ہی نہ تھی" (۱۷۲:۷)۔

یہ اقرار جو اللہ تعالیٰ نے عالمِ ارواح میں بنی نوع انسان سے لیا کہ وہ ہمارا رب ہے، یہ ہمارا اللہ کے بندے ہونے کا عہد تھا۔ اللہ کا بندہ ہونے کی نسبت اس کے تمام احکامات کی تعمیل کرنا لازمی ٹھہرا۔ یعنی عمل صالح کا اپنی زندگی میں اطلاق اور برے کاموں سے اجتناب اس عہد کا تقاضا ہے۔

فطرت بچہ کی وہ نیچرل کانسٹی ٹیوشن ہے جس پر کہ وہ اپنی ماں کے پیٹ میں روحانی لحاظ سے بنایا جاتا ہے۔ روسو کے نزدیک انسان فطرتاً نیک پیدا ہوتا ہے۔

(لامذہبی دور کا تاریخی پس منظر۔ص ۷۰)

اسی نیچرل کانسٹی ٹیوشن کے بارے میں حضرت سید علی ہمدانی فرماتے ہیں۔

موجودات میں اوصاف حمیدہ اور ذمیمہ دونوں ہی موجود ہوتے ہیں۔ شناخت اس صفت سے ہوتی ہے جو غالب ہو۔ آدمی اپنی اس غالب (فطری) خوبی سے بے خبر ہے۔ گویا انسان ان صفات کا مجموعہ بھی ہے اور اس کے علاوہ بھی اس کی انسانی جبلت میں یہ عادات مرکوز ہوتی ہیں۔ اس طرح بعض آدمی اگرچہ بظاہر آدمی نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں سور کتے یا چیونٹی یا چوہا ہوتے ہیں۔ (سور میں حرص، بے شرمی اور بے حیائی اور چیونٹی اور چوہے میں حرص نمایاں ہوتی ہے) اہل دل ایسے آدمیوں کو صفات غالب میں انہیں فراست کے نور سے دیکھ سکتے ہیں۔" (محسن کشمیر۔ص ۷۸)

یہ انسانی فطرت ہے۔ فطرة الله التي فطر الناس عليها۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے کہ ان اکتسابی اعمال کے لئے ان کے سامنے کوئی نمونہ تو ہو جس کی وہ پیروی کریں۔ کوئی مثال تو ہو جس وہ نقل کریں۔

فطرت اسلامی کی بہترین نمونہ اور بہترین مثال پوری کائنات میں جناب رسالتمآب ﷺ کی اُسوۂ حسنہ سے بڑھ کر کوئی عملی راہ ہے ہی

نہیں۔ پھر اسی راہ کی سمت میں چلنے والے بزرگانِ دین کی روشن مثالیں فطرتِ اسلامی کی عین مظہر ہے۔

اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے انسان کا بنیادی فطرت اسلامی پر رکھا گیا ہے۔ ارشاد پاک ہے۔

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى فِطْرَةِ الاسْلَامِ فَأَبَوَاهُ

يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ

یہ انسانی فطرت ہی کی آواز ہے کہ بداخلاقی، بے ایمانی، کام چوری، ڈاکہ زنی، جھوٹ، دغا اور وعدہ خلافی بُرے افعال ہیں ان صفات ذمیمہ کو ہر مذہب کا ماننے والا اور ہر وہ شخص جو کسی بھی مذہب پر یقین نہیں رکھتا بُرا سمجھتا ہے۔ اسی طرح باہم ہمدردی، بھائی چارہ، محبت، خوش اخلاق، سچائی دیانتداری ہر انسان کی عقل وضمیر کا انتخاب ہوتا ہے اور اخلاق فاضلہ تصور کئے جاتے ہیں۔ اچھے فطری ترجیحات کی نشوونما کر کے حضرت انسان دُنیا وآخرت دونوں میں رفعت اور کامرانی پاسکتا ہے۔

فطرت اسلامی کی خوبی یہی ہے کہ پیدائش سے تاوقتِ مرگ تک یہ مخفی ومعنوی محرک کی صورت میں معمولات انسانی کی نگرانی کرتی رہتی ہے، جب تک از خود وہ روگردانی کی راہ پر نہ چلے۔ یہی وجہ ہے کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو فطرتاً معصوم اور مسلم پیدا ہوتا ہے لیکن جب بڑا ہوتا ہے تو بعد کا ماحول اس کو بدل دیتا ہے۔

وجودِ انسانی میں اسی فطرت (اسلام) کی افزائش کرانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ مخصوص قسم کے انسانوں کو بھیجا گیا، جن کے جماعتوں کو انبیاء، مرسلین اور اولیاء، کے نام سے جانا جاتا ہے۔

جس طرح نبیوں اور رسولوں کو فطرت اسلامی کے تقاضے بنی آدم میں رچانے بسانے کے لئے دُنیا کے گوشے گوشے میں مامور کیا گیا۔ بعد ختم مرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی فریضہ کو اولیاء کرام کے ذریعے نبھایا جاتا رہا۔ انہوں نے بھی انبیاؤں کی پیروی کرتے ہوئے تبلیغی مشن میں مقصودِ فطرت کو ملحوظ نظر رکھا۔ اسی بنا پر شاعر نے کہا ہے۔

فطرت کی مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مردِ کہستانی

انسانی فطرت کے یوں تو بہت سے تقاضے ہیں مگر سب سے اہم اور سب سے غالب تقاضا روحانیت ہے۔ اسی تقاضے کو پورا کرنے کی خاطر روحِ انسانی کو معرفتِ ربّ سے سرشار کرنے کی خاطر صحرانشینوں میں سے اور پہاڑوں کے دامنوں میں سے تقاضائے فطرت سے روشناس مردانِ باصفا انسانی معاشروں کی طرف چلے آئے۔ اُن لوگوں نے تقاضائے فطرت کی کوئی ایسا گوشہ نہیں چھوڑا جس پر عملی روشنی نہ ڈالی ہو۔

یہی مقصودِ فطرت ہے یہی رمزِ مسلمانی
اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی

اخوت اور محبت کے لئے فطرت انسانی ہمیشہ سے متمنی رہی ہے۔ مردانِ حق نے فطرت انسانی کی مقصود ومطلوب اخوت ومحبت کا پرچار کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ جنہیں تقاضائے فطرت کی خبر نہیں تھی اور جہاں نسلی تعصب اور ذات کے تفرقے تھے، وہاں اخوت کی جہانگیری اور محبت کی فراوانی کرانے والے ہستیاں صوفیاء کرام ہی تھے۔ اور یہ ثمرات ان کے مطالعہ فطرت کے مشن کے نتیجے میں پیدا ہوئی جسے دعواتِ صوفیہ میں ''سیاحانِ عالم معرفت'' کا عنوان دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں مطالعہ فطرت کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ

(عنکبوت ۲۰)

ایک مقام پر مطالعۂ فطرت کے دعوت دیتے ہوئے فرمایا ہے۔

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے مسخر کیے ہیں تمہارے لئے جو کچھ آسمان میں ہیں اور زمین میں ہیں۔" (لقمان۔۲۰)

ایک مقام پر مطالعۂ فطرت سے اعراض کی سزا قومی موت تجویز کی گئی ہے۔

"کیا یہ لوگ آسمان و زمین وغیرہ کی تخلیق پر غور نہیں کرتے؟ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی موت قریب آگئی ہے۔" (اعراف۔۱۸۵)

مطالعۂ کائنات کی اہمیت کا اندازہ صرف اسی ایک بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن میں وضو، نماز، صوم و زکوٰۃ، حج، طلاق، قرض وغیرہ پر ڈیڑھ سو آیات ہیں۔ اور مطالعۂ کائنات کے متعلق سات سو چھپن آیات ذکر ہوئے ہیں۔ (ماخوذ: دو قرآن)

جناب رسالتمآب ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔

آیات و عجائبات قدرت میں لمحے بھر کا غور و فکر ساٹھ سال کی عبادت سے افضل ہے۔

(کشف المحجوب۔۲۵۱)

ایک ایسا گروہ بھی ہے جو مطالعۂ فطرت کی طرف میلان رکھتے ہیں۔ انہیں اس بات پر اعتقاد ہے کہ مطالعۂ فطرت کے بغیر تقاضائے فطرت سے آگاہ نہیں ہوسکتی۔ اور جنہوں نے تقاضوں کو جانچ لیا کتاب مقدس میں ان کے لئے کہا گیا ہے۔

بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے اور دن اور رات کے آنے جانے میں عقلمندوں کے لئے قدرت کی نشانیاں ہیں۔

آیات و عجائبات قدرت میں غور و فکر کے بعد یہی لوگ کہتے ہیں۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ (آل عمران۔۱۹۱)

اے ہمارے رب تو نے اس کو بے مقصد پیدا نہیں کیا۔

یعنی ذکر و فکر کے بعد کہتے ہیں کہ خداوند! یہ عظیم الشان کارخانہ (کائنات) آپ نے بیکار پیدا نہیں کیا جس کا کوئی مقصد نہ ہو۔

یقیناً ان عجیب و غریب حکیمانہ انتظامات کا سلسلہ کسی عظیم و جلیل نتیجہ پر منتج ہونا چاہئے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ آسمان و زمین اور دیگر مصنوعات الٰہیہ میں غور و فکر کرنا وہی محمود ہوسکتا ہے جس کا نتیجہ خدا کی یاد اور آخرت کی طرف توجہ ہو۔ پھر انہی صاحبان عقل (اولی الالباب) کا آیات کائنات کے ساتھ ایسا تعلق پیدا ہوتا ہے کہ انہی کے ساتھ صبح کرتے ہیں اور انہی کے ساتھ شام۔ أَصْبَحْنَا وَأَصْبَحَ الْمُلْكُ

ہم وقت صبح میں داخل ہوئے ہیں۔ عالم ملک بھی وقت صبح میں داخل ہوئے ہیں۔ (دعوات صوفیہ)

وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ (الذرٰت) شاہد ہے کہ فطرت پر واقعی یہی لوگ ہی صبح کرنے والے ہیں۔ اہل تصوف اوراد فتحیہ میں ان الفاظ میں فطرت اسلامی کا اقرار کرتے ہیں جو انہیں امام الاولیاء علی المرتضیٰ علیہ السلام کی توسط سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ودیعت میں ملی تھی۔

أَصْبَحْنَا عَلٰى فِطْرَةِ الْإِسْلَامِ وَكَلِمَةِ الْإِخْلَاصِ وَعَلٰى دِيْنِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَعَلٰى مِلَّةِ أَبِيْنَا إِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَّمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ط

ہم اسلامی فطرت، کلمہ اخلاص اور اپنے پیغمبر محمد ﷺ کے دین پر (برقرار رہتے ہوئے) وقت صبح میں داخل ہوئے ہیں۔ نیز ہم اپنے (روحانی) پدر بزرگوار ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر رہتے ہوئے وقت صبح میں آئے ہیں، جو ہمیشہ مائل بحق اور حکم خدا پر سر تسلیم خم کرنے والے تھے اور شرک پسندوں میں سے نہیں تھے۔ تقاضائے فطرت اسلامی کو سمجھنے والوں کے معمولات قرآن حکیم ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔ (دعوات صوفیہ)

الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموت والارض ۵ (آل عمران)

اصبحنا علی فطرۃ الاسلام کا اقرار کرنے والے ملت کے جوانوں کے نام حضرت اقبالؒ یہ پیغام دیتے ہیں۔

فطرت کو خرد کے رُوبرو کر
تسخیر مقام رنگ وبو کر

فرماتے ہیں کہ دنیا کی تسخیر کا بنیادی طریقہ یہ ہے کہ اپنی فطری صلاحیتوں کے ساتھ عقل سلیم سے بھی کام لے، اسی صورت میں تو کامیابی کی منزلیں طے کرسکتا ہے۔

ہے ذوق نہیں اگرچہ فطرت
جو اس سے نہ ہوسکا وہ تو کر

ہر چند کہ فطرت بھی بے ذوق نہیں ہے۔ اس کے باوجود جو کام وہ پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکی، اسے تو اپنی جدوجہد اور عمل سے مکمل کرلے۔ (بالِ جبریل۔۷۲)

ماخذ ومنابع:

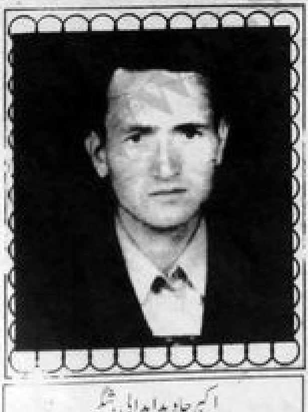
- دعوات صوفیہ
- کشف المحجوب
- نہج البلاغہ
- لامذہبی دور کا تاریخی پس منظر
- حدیث کا درایتی معیار
- بالِ جبریل
- محسنِ کشمیر
- قلب سلیم
- دو قرآن

پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ

دل کی دھڑکن نوائے صوفیہ

آخوند محمد حنیف
مدرس ایف جی بوائز ہائی سکول

افق پر ہوگیا روشن، نوائے صوفیہ میرا
تصوف کا حسین گلشن، نوائے صوفیہ میرا
مُرادیں اپنی وابستہ کی ہے اس جریدے سے
کہ ہم سب کا ہے ضامن، نوائے صوفیہ میرا
امتیاز حاصل رہا ہے اس کو ہمہ دینی جرائد میں
ثنا خواں ہے دوست اور دشمن، نوائے صوفیہ میرا
یہ احیائے تصوف کا علمبردار ہے اور داعی
نچھاور اس پہ ہے مرد و زن، نوائے صوفیہ میرا
یہ آیات واحادیث اور تفاسیر کا خزینہ ہے
اور اسلام کا ہے خرمن، نوائے صوفیہ میرا
معطر کردیا اس نے تصوف کی فضا یکسر
ہے بوئے سنبل وسوسن، نوائے صوفیہ میرا
یہ آسمان تصوف پر سدا روشن رہے یارب!
حنیف کی دل کی ہے دھڑکن، نوائے صوفیہ میرا



اکبر جاوید ابدالی شگر

☆تصوف☆

عشق اور تصوف

عبدالحلیم شبیری، تھلے

عشق کا لغوی مفہوم:

لفظ عشق عشقہ سے ماخوذ ہے جس کا معنی ''عشق پیچان'' یا اکاس کی بیل ہے۔ اس بیل کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ شجر بڑے مزیدار اور نونہال پُر بہار پر اپنا قبضہ جما لیتا ہے۔ اس کی ہریالی رعنائی اور دلکشی ختم کر کے رکھ دیتی ہے لہذا اس کا رنگ زرد پڑ جاتا ہے۔ بعینہٖ اسی طرح عشق چاہے حقیقی ہو یا مجازی جس کے دل میں گھر کر لیتا ہے اس کا بھی یہی حال ہی ہوتا ہے۔ عشق کا معنی شدید محبت بھی ہے اس مفہوم کو قرآن مجید میں ''اشد حبا'' سے واضح فرمایا گیا۔

عشق کا اصطلاحی مفہوم:

اگر چہ لفظ عشق معانی ومفاہیم کا ایک ذخیرہ رکھتا ہے تاہم اس کے مفہوم سے کچھ نہ کچھ آگاہی ضرور حاصل کی جا سکتی ہے۔ کہا گیا ہے کہ العشق نار تحرق ماسوا الحق کہ عشق وہ آگ ہے جو حق کے سوا ہر چیز کو بھسم کر کے رکھ دیتی ہے۔ اسی طرح فراق یار میں وصال یار کی تڑپ اور جذبے کا نام عشق ہے۔ جب انسان کسی کے حسن کا نظارہ کرتا ہے تو اس کے دل میں صاحب حسن کے بارے میں ایک جذبہ کروٹ لیتا ہے، جسے میلان بھی کہا جا سکتا ہے اور پھر یہ میلان محبت میں تبدیل ہونے لگتا ہے۔ صاحب حسن انسان کی محبتوں کا مرکز بن جاتا ہے۔ حسن محبوب کی یہ کشش محض جسم کی سطح تک ہو تو حسن کشش کہلائے گی اور اگر اس کی حسن اصل محبت کی لطافت میں تبدیل ہو جائے اور اس محبت میں شدت پیدا ہو کہ محبت کے محبوب کی ذات کے سوا اور کچھ باقی نہ رہے تو اسے عشق ہی کہا جائے گا۔

صوفیائے کرام کا نظریۂ عشق:

صوفیانہ مسلک میں اکابر تصوف کے نزدیک عشق اصل ایمان اور عقائد کی جڑ ہے اور عبادات اس کی ایک صورت ہے۔ صوفیاء نے عشق کی جو مدارج بیان فرمائے ہیں ان میں پہلا درجہ ''حسن'' کا ہے اور وہ حسن سے مراد حسن ازل لے لیتے ہیں اور ان کے نزدیک بزم گیتی میں جہاں کہیں حسن کے جلوے خواہ وہ سبزہ زاروں کی صورت میں ہو یا سرسبز وشاداب کہساروں میں، گلستان کی مہکتے کلیوں کی صورت میں ہو یا فضا میں چہکتے پرندوں اور پھول کے پنکھڑیوں میں، ابلتے چشموں کی صورت میں ہو یا گرتی آبشاروں کی صورت میں، دراصل حسن ازل ہی کا عطیہ ہے۔ صوفی جب اکناف عالم میں نظر دوڑاتا ہے تو چہار اطراف میں حسن ازل ہی جلوہ گر دکھائی دیتا ہے۔ حسن ازل کی اس جھلک کو دیکھتے ہی وہ بے تاب ہو جاتا ہے۔ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگتا ہے اور پروانہ وار سے حسن ازل سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔

مقام عشق میں ترقی درجات:

بشر اپنی سعی پیہم اور جہد مسلسل سے دنیاوی معاملات ہو یا اخروی، ترقی پا لیتا ہے۔ کوئی بھی بشر بغیر سعی کے ترقی نہیں پاتا۔ مسلسل جدوجہد ہی زندگی کا نام ہے اسی لئے ہر فرد چاہے کاروباری معاملہ ہو یا ڈیپارٹمنٹل اپنے اپنے فیلڈ میں اسی سعی کے بدولت ترقی درجات کا مقام حاصل کر لیتے ہیں۔ بعینہٖ عشق میں پہلا درجہ حسن کا آتا ہے۔

عشق کا دوسرا درجہ طواف ھے:

عشق میں دوسرا درجہ طواف کا آتا ہے۔ جب عاشق حسن ازل کے

اردگرد پروانے کی مثل طواف کرنے لگتا ہے اور عشق میں "طواف" ارتکاز کی طرف پہلا قدم ہے جو عشق میں تیسرا درجہ ہے۔ اس طرح صوفیانہ عشق کا درجہ سوئم ارتکاز ہے اور جب عاشق کے تمام تر توجہات اپنے محبوب پر مرتکز ہوجاتی ہے تو اسے ذہنی انتشار اور تلاطم خیز خواہشات سے از خود نجات مل جاتی ہے۔ صوفیانہ عشق میں چوتھا درجہ "قربانی" کا آتا ہے۔ جس میں عاشق اپنے عزیز ترین متاع محبوب کے قدموں میں نچھاور کر لیتا ہے۔ اس طرح وہ بندھن ٹوٹنے لگتا ہے جو عاشق کی روحانی پرواز میں صور بنے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد سفر عشق کا پانچواں درجہ "جست" کا نام دیا گیا ہے۔ جب صوفیانہ عشق کے پانچویں درجے کا آغاز ہوتا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر عاشق وصال یار کے جذبے سے سرشار ہو کر بے خطر آتش عشق میں جست لگاتا ہے یہی وہ مقام ہے جو عقل وخرد کے ادراک سے بالاتر ہے یہ صرف اہل عشق ہی کو نصیب ہوتی ہے۔ اس کے بعد تگ و تاز عشق میں چھٹا اور آخری درجہ وصال یار ہے۔ اس مقام پر سالک اپنی ذات کی نفی کرتے ہوئے ذات واحد میں گم ہوجاتا ہے اس کے بعد جملہ کائنات وجود الٰہی کے پرتو سے خاکستر ہوجاتا ہے اس طرح فنا در فنا کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔

حضرت علامہ اقبالؒ کا نظریۂ عشق:

حضرت علامہ اقبالؒ نے امتِ مسلمہ کو عشق کے انقلاب آفرین مفہوم سے روشناس کرایا ہے ان کے نزدیک عشق ذہنی صلاحیتوں کو مفلوج نہیں کرتا بلکہ ذہنی صلاحیتوں میں نکھار لاتا ہے۔ عشق بے چارگی و بے بسی کا نام نہیں بلکہ ذوق تسخیر کا نام ہے۔ عشق غور وتدبر اور فکر ونظر پر پہرے نہیں لگاتا بلکہ وسعتِ فکر ونظر عطا فرماتا ہے۔ ان کے نزدیک عشق سوز وگداز، تب وتاب جاودانہ کا نام ہے۔ وہ عشق کو سرمایہ زیست سمجھتے ہیں عشق کا ایک انداز نہیں ہزاروں انداز ہوتے ہیں۔ اس کا ایک مقام نہیں ہزاروں مقام ہوتے ہیں۔ حکیم الامت فرماتے ہیں۔

عشق فقیر حرم عشق امیر جنود
عشق ہے ابن السبیل اس کے ہزاروں مقام

اور جب حضرت اقبالؒ کائناتِ عشق کا مشاہدہ روحانیت کی نظر سے کرتے ہیں تو پکار اٹھتے ہیں۔

عشق دمِ جبریل، عشق دلِ مصطفیٰ ﷺ
عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام

اقبالؒ کے نزدیک عشق وہ بحر بیکراں ہے جس کی کوئی انتہا نہیں جس کی وسعتوں کا ادراک عقل وخرد سے بالاتر ہے۔ جس کی گہرائی کی پیمائش ناممکن ہے۔ کوئی عشق کو محدود تصور کرتا ہے یا عشق کو ہی اپنی منزل مقصود گردانتا ہے تو علامہ کے نزدیک وہ مردِ کامل نہیں۔ آپ اس مفہوم کو اس انداز میں بیان فرماتے ہیں۔

عشق تیری انتہا، عشق میری انتہا
تو بھی ابھی ناتمام میں بھی ابھی ناتمام

درویشِ لاہوری ایک مقام پر اس حقیقت کو یوں آشکار کرتے ہیں۔

تیرے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
میری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں

حکیم الامت جب حدیثِ عشق چھیڑتے تو کمال کر کے رکھ دیتے ہیں۔ ان کے کلام کا ایک ایک لفظ دل کی گہرائی میں اترتا چلا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں عشق وہ گنج گرانمایہ ہے جو قوم اسے اپنا افتخار بنا لیتی ہے اسے کبھی ذلت ورسوائی کا سامنا کرنا نہیں پڑتا۔ اس کے افراد کبھی میدان میں خائف وخاسر نہیں لوٹتے بلکہ ہمیشہ ان کے سروں پر کامیابی کا تاج سجتا ہے۔

خوار جہاں میں کبھی ہو نہیں سکتی وہ قوم
عشق ہو جس کا جسور، فقر ہو جس کا غیور

آپ تو اس راز کو بھی طشت از بام کرتے ہیں کہ جب عشق حضرت انسان کو خود شناسی وخود آگاہی کے آداب کا درس دیتے ہیں اور اسے خوابِ غفلت سے بیدار کرتے ہیں یوں خطاب کرتے ہیں۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی

یہ کام اگر ہو جائے تو ضلالت وگمراہی کے وادیوں میں مارا مارا پھرنے والا انسان ایسی رفعتوں سے آشکار ہوجاتا ہے جنہیں عقاب بھی

رشک کی نگاہوں سے تکنے لگتا ہے۔ غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے انسان پر اسرار شہنشاہی منکشف ہونے لگتے ہیں۔
بقول شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی

اقبالؒ فرماتے ہیں سلطان عشق کے فیصلے نرالے ہوا کرتے ہیں۔ یہ مادیت پرستی کے چنگل میں نہیں پھنسا کرتا۔ یہ ہر میدان میں سر بکف مجاہد کی صورت میں بے خطر کود پڑتا ہے۔ یہ کبھی تامل و تذبذب کی کشمکش میں نہیں ہوا کرتا۔ جبکہ عشق کے مقابلے میں عقل وخرد اکثر اقدام وادبار، اقرار وانکار کے گرداب میں پھنس جایا کرتی ہے۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

علامہ اقبالؒ کے نزدیک عشق کے انداز تو مختلف ہو سکتے ہیں لیکن اس کی حقیقت کبھی مستور نہیں ہو سکتی۔ یہ کبھی دھوکہ دہی کا لبادہ نہیں اوڑھتا جبکہ عقل ایسی مکار وعیار ہے کبھی کسی بھیس میں فریب دیتی ہے تو کبھی کسی چال میں دغابازی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ بقول شاعر مشرق۔

عقل عیار ہے سو بھیس بدل دیتی ہے
عشق بے چارہ نہ ملا ہے نہ زاہد نہ حکیم

اقبالؒ کے سفر عشق کی داستان بہت ہی طولانی ہے، اسے الفاظ کے روپ میں سمونا ناممکن ہے۔ البتہ اس کی دھندلی سی تصویر اس کے سامنے ہے اسے پڑھ کر اقبالؒ کے نظریۂ عشق سے کچھ نہ کچھ آگاہی ضرور حاصل کی جاسکتی ہے۔
حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت اقبالؒ مسلمانوں کو عشق کا پروانہ دیکھنا چاہتے تھے کیونکہ آپ کے نزدیک عشق کے بغیر مسلمان راکھ کے ڈھیر کے مانند ہے۔

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلمان نہیں راکھ کا ڈھیر ہے

اقبال کے نظریۂ عشق کا صوفیانہ انداز:

علامہ اقبالؒ کے نظریۂ عشق صوفیا کرام کے نظریۂ عشق سے حد درجہ مماثلت رکھتا ہے۔ اقبالؒ کے نزدیک بھی عشق کے مختلف مراحل ہیں۔ عشق کے لیے حسن، طواف، ارتکاز، قربانی، جست اور وصال سے گذرنا پڑتا ہے۔ ان مراحل کو روشن ضمیر صوفی فریدالدین عطارؒ نے ایک تمثیل میں بیان فرمایا ہے جس کا عکس اقبالؒ کے کلام میں دکھائی دیتا ہے۔ اقبالؒ کا عاشق پروانے کی طرح شمع کو دیکھ کر اپنے سفر کا آغاز کرتا ہے۔ پروانے کی طرح شمع کے گرد طواف کرتا ہے اور پھر اپنے فاضل بوجھ سے دست کش ہو کر پروانے ہی کی طرح دائرۂ ازلی وابدی کو توڑتا ہے مگر اس کے بعد وہ شمع کے شعلے میں بھسم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کے نور کے فیضان سے ایک کائنات کو مستفیض کرتا ہے۔

جمال عشق ومستی نے نوازی، جلال عشق ومستی بے نیازی
کمال عشق ومستی ظرف حیدر، زوال عشق ومستی حرف رازی

۔جاری ہے۔

بقیہ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ

جب حضور اکرم کا وصال ہوا تو آپ کی صحت پر اثر پڑا اور حضورؐ کے وصال کے چھ ماہ بعد ۳ رمضان کو اس دنیاء فانی سے انتقال فرمایا۔ وصال کے وقت پردے کی اہمیت کا خیال آپ نے جس طرح رکھا وہ بھی درس ہے۔ آپ نے حضرت علی کو وصیت کی کہ میری تدفین وتجہیز رات کو کریں اور خود انجام دیں۔ رات کو بھی سنا ہے بعض جانور چلتے ہیں۔ کہیں میرا جنازہ نہ دیکھ لے لہٰذا رات کو بھی کھجور کے چھال میں ڈال کے لے جائیں۔ ایسی ہستی کو اگر قدرت سیدہ کا لقب نہ دیں تو کس کو دیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہماری خواتین خواہ بیٹی ہوں، بیوی ہوں یا ماں ہوں تینوں روپ میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرما۔

☆: **مآخذ ومنابع:**

القرآن والحدیث، تاریخ طبری اصابہ، مستدرک، الاستیعاب، منتھی الآمال، کافی، کشف الغمۃ، مناقب، روضۃ الواعظین، الکوکب الدری، جلاء العیون، علل الشرائع، بحار الانوار، مواھب لدنیہ، مودۃ القربی، معانی الاخبار، صراح اللغۃ،

☆سیاحانِ عالم معرفت☆

وادیٔ چھوربٹ میں چند دن

مولوی عبدالحمید، خپلو

وادی چھوربٹ: ضلع گانچھے کی آخری وادی ہے۔ اس علاقے کو سیاسی، مذہبی اور دفاعی حوالے سے بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یہاں بہت سی اہم دفاعی پوسٹیں ہیں۔ 1999ء میں کارگل کی جنگ بھی اسی علاقے کے محاذوں پر لڑی گئی تھی۔ اس وادی کے لوگ جفاکش، محنتی اور ہنرمند ہونے کے ساتھ ساتھ تعلیمی میدان میں بھی بہت آگے ہے۔ دین وملت سے خصوصی لگاؤ رکھتے ہیں۔ صوم وصلوٰۃ اور شریعت مطہرہ کے پابند ہیں۔ حضرت میر محمد نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اس علاقے میں تصوف کی بنیادیں مضبوط کیں اور توحید ورسالت کی شمع روشن کی جو آج تک روشن ہے۔

علمائے نوربخشیہ ہمیشہ سے دینی تبلیغ اور نشرواشاعت کے سلسلے میں اپنا کردار ادا کرتے رہے ہیں۔ اسی تبلیغی سلسلے کو آگے بڑھانے کے لئے علماء کرام نے ایک منظم پروگرام کا آغاز کیا ہے۔ جو یکم جنوری 2003 سے جاری ہے۔ اس مہم کا پہلا مرحلہ رابطہ اور جائزہ کے لئے قرار پایا۔ اس مہم کے لئے علماء کرام کے تربیتی ورکشاپ منعقدہ 25 دسمبر 2002ء میں پندرہ ٹیمیں تشکیل دی گئی تھیں اور انہیں پورے بلتستان کے مختلف علاقوں میں دورہ کرنے کی ذمہ داری سونپ دی گئی تھیں۔ وادیٔ چھوربٹ کی طرف ہمارا یہ دورہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا، جس میں جناب مولانا محمد بشیر آفتاب صاحب، سابق مدرس مدرسہ شاہ ہمدان سکردو اور راقم شامل تھے۔ ہم دونوں نے اپنی مہم کا آغاز ابادان گاؤں سے کیا۔ ہم نے سب سے پہلے جناب مولانا غلام علی صاحب خطیب محلہ ابادان سے ملاقات کی اور اپنے پروگرام سے انہیں آگاہ کیا۔ انہوں نے ہمیں خوش آمدید کہا۔ وہاں جمعہ جماعت اور بچوں کی تعلیم وتربیت کیلئے متبادل فرد نہ ہونے کی وجہ سے وہ خود ہمارے ساتھ نہ جاسکے۔ ہم نے ابادان میں لوگوں کے مسائل دریافت کئے، مذہبی حالات پر ان کا نقطہ نظر سنا۔ یہاں کی آبادی 100 فیصد نوربخشی ہیں۔ مولانا غلام علی صاحب بڑے عالم دین اور ہردلعزیز شخصیت ہیں۔ وہ علاقے میں دینی اقدار کے تحفظ اور لوگوں کی دینی ودنیوی راہنمائی کے لئے بڑی گرمجوشی سے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ اگرچہ یہاں الگ مدرسہ کی عمارت نہیں ہے، تاہم مولانا غلام علی صاحب بچوں کو روزانہ دینی تعلیم دیتے ہیں۔

دوسرے دن ہم ابادان سے قریباً 5 کلومیٹر دور واقع معروف بزرگ بو محمد بادو رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے پر حاضری دینے پہنچے۔ بو محمد المعروف بادو مجذوب صوفیا میں سے تھے۔ آپ کا مرقد اس وقت مرجع خلائق بنا ہوا ہے۔ ہم نے بھی آستانہ عالیہ پہ اپنی مشن کی کامیابی کے لئے خصوصی دعا مانگیں۔ پھر وہاں سے مرچھا کے لئے روانہ ہوئے۔ تقریباً ہم 12 بجے پیدل مرچھا پہنچے۔ مرچھا جامع مسجد کے خطیب آخوند سکندر صاحب نے ہمارا استقبال کیا۔ مرچھا میں معروف عامل وعالم دین سید جلال الدین صاحب رہتے ہیں۔ آپ AKRSP کے ذریعے سماجی خدمات سرانجام دینے والے آغا سید علی اور لوگوں کی مسیحائی کا فریضہ سرانجام دینے والے سید محمد علی کے

والدِ بزرگوار ہیں۔ یہاں کی 100 فیصد آبادی نوربخشی ہے۔ یہاں ایک مدرسہ بھی ہے جس میں 80 طلبہ وطالبات زیرِ تعلیم ہیں۔ لوگ دیندار اور دینی جذبے سے سرشار ہیں۔ آج جمعہ تھا، میرے رفیق مولانا محمد بشیر صاحب نے خطبہ دیا۔ راقم نے جمعہ کے بعد حاضرین سے تربیتی حوالے سے خطاب کیا، جسے کثیر لوگوں نے سنا۔

پرتوک: یہ دریائے شیوک کے دائیں کنارے پر مرچھا سے تقریباً 5 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس کے سامنے بیون کی چھاؤنی ہے۔ یہاں 140 گھرانے آباد ہیں۔ الحمدللہ سب نوربخشی ہیں۔ یہاں ایک جامع مسجد، 4 محلہ مساجد اور ایک مدرسہ بھی ہے جس میں طلبہ وطالبات تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ ہم شام کے وقت وہاں پہنچے تھے۔ یہاں مولانا محمد اشرف صاحب فاضل مدرسہ شاہ ہمدان سکردو نے ہمارا استقبال کیا۔ رات کو ان کے گھر عشائیہ کا بندوبست تھا جس میں معززین علاقہ بھی شریک تھے۔ صبح پرتوک کی مرکزی مسجد میں راقم نے ذکرواذکار کے موضوع پر نمازیوں سے خطاب کیا۔ مختلف امور پر تبادلۂ خیالات کیا۔ سامعین نے آئندہ بھی ایسے تبلیغی دورے جاری رکھنے کی استدعا کی۔

وادی کلاں: یہ وادی تھوقموس اور پرتوک کے درمیان دریائے شیوک کے دائیں کنارے پر آباد ہے۔ یہاں کل 25 گھرانے آباد ہیں اور سب نوربخشی ہیں۔ ہم پرتوک سے پیدل 4 گھنٹے مسلسل چلنے کے بعد کلاں پہنچے۔ وہاں جامع مسجد میں ظہر کی نماز کے لئے گئے۔ ہم یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ کوئی بھی آدمی جماعت کے لئے حاضر نہیں ہوئے، حالانکہ وہاں کے امام محترم جناب ماسٹر روزی صاحب بہت ہی نیک اور پابند صوم وصلوٰۃ آدمی ہیں۔ ہم انہی کی تلاش میں گئے، بڑی مشکل سے ہاتھ آئے۔ اس کی وجہ دریافت کی، انہوں نے اسے اتفاقی واقعہ قرار دیا۔ اُن کے مطابق وہاں باقاعدہ پانچ وقت کی پابندی کے ساتھ جماعت ہوتی ہے۔ بہرحال ہم نے انہیں اور بہت سے دوسرے لوگوں کو مختلف پند ونصائح کے ذریعے اپنا پیغام پہنچایا۔ ان کی خواہش تھی کہ ہم رات وہاں گزاریں، لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے ہم نے وہاں ٹھہرنا نہ چاہا۔

تھوقموس: یہ گاؤں کلاں اور فرانو کے درمیان واقع ہے۔ یہیں سنگِ خارا کی کان ہے۔ سنگ خارا کے بنے ہوئے مصنوعات پورے شمالی علاقہ جات میں مشہور ہیں۔ اس وادی میں کل 105 گھرانے آباد ہیں جن میں سے 50 فیصد نوربخشی اور 50 فیصد اہلسنت والجماعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس گاؤں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ نوربخشی آبادی قلیل تعداد میں ہونے کے باوجود بہترین انداز میں ایک مدرسہ چل رہا ہے اور مدرسے کی شاندار عمارت تعمیر ہو چکی ہے۔ جس میں درس وتدریس کے لئے کلاسوں کے علاوہ لائبریری، مہمان خانہ بھی ہے۔ یہاں کے نوربخشی عوام اور بالخصوص جوان طبقہ پُرجوش، ہمدرد اور مذہبی جذبے سے سرشار ہیں اور ان کی دینی خدمات قابلِ دید ہیں۔ ہم نے ایک رات تھوقموس میں گزارا۔ نماز مغرب اور عشاء کے بعد ہم نے حاضرین سے خطاب کیا۔ مختلف سوالات کے جوابات دیئے اور وہاں کی مذہبی حالات سے واقفیت حاصل کی۔ صبح راقم نے ایک مسجد میں جبکہ آفتاب صاحب نے جمعہ مسجد میں نمازیوں سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ادا کیا۔ لوگوں نے بہت دلچسپی سے ان اجتماعات میں شرکت کیں۔ جناب حاجی علی حسن صاحب نے میزبانی کے فرائض انجام دیئے۔ ان کی میزبانی والہانہ تھی، اللہ انہیں جزائے خیر دے۔

سیاری گاؤں: فرانو سے ہم سیاری پہنچے اس گاؤں سے دو طالب علم مدرسہ شاہ ہمدان سکردو میں زیرِ تعلیم ہیں۔ انہوں نے ہمیں وہاں رات قیام کرنے پر مجبور کیا۔ یہاں بھی عصر کے بعد پھر عشاء کے بعد ہم دونوں نے باری باری ذکر واذکار، معمولات اسلاف اور

عبادت و بندگی کے موضوعات پر خطاب کئے۔

بھارتی گولہ باری کی وجہ سے یہاں کے لوگ انتہائی خوف اور سراسیمگی میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے مشکلات کو دور فرما اور اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ یہاں کل 25 خاندان آباد ہیں جو سب نوربخشی ہیں۔ یہاں بھی بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام ہے۔

چھوار: یہ وادی چھوربٹ کا دوسرا سب سے بڑا موضع ہے۔ یہاں 250 کنبے آباد ہیں اور ایک گھرانے کے سوا باقی سب نوربخشی ہیں۔ یہاں ایک جامع مسجد، 7 محلہ مسجدیں، 3 مدرسے ہیں۔ جن میں 150 طلباء زیر تعلیم ہیں۔ محترم سید ابراہیم صاحب یہاں کے میر واعظ ہیں۔ ان کے بھائی سید علی صاحب بڑے علم دوست اور کتابوں کے شائق ہیں۔ یہ موضع بھی بھارتی فورسز کی گولہ باری کی زد میں ہے اور یہاں وقتاً فوقتاً گولہ باری ہوتی رہتی ہے۔

ہم نے یہاں سید محمد شاہ صاحب سے ملاقات کی اور یہاں کی دینی صورت حال سے واقفیت حاصل کی۔ دوپہر کو جناب ماسٹر روزی صاحب نے پُر تکلف ظہرانہ دیا۔ رات مختلف مساجد میں تبلیغ و ارشاد میں مصروف رہ کر اگلے دن صبح ہم چھوار روانہ ہوئے۔

ہم نے قریباً ایک ہفتہ وادی چھوربٹ میں گزارا اور 7 مواضعات کا ہم نے دورہ کیا۔ سکسا سے لونکھا تک چند گاؤں کا دورہ نہیں کیا جاسکا۔ جن مواضعات کا ہم نے دورہ کیا، ہم نے وہاں کی دینی، سماجی، اقتصادی صورتِ حال کا جائزہ لیا۔ الحمد للہ لوگ نہایت دیندار، باشعور، صوم وصلوٰۃ کے پابند، شریعت کے پاسدار، وطن عزیز کے جوشیلے مجاہد ہیں۔ چند گاؤں بھارتی جارحیت کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ وادی چھوربٹ اللہ کے فضل و کرم اور پاکستان کی برکت، آئمہ و اولیاء کے فیضان کی بدولت ہر گاؤں جدید سہولتوں سے آراستہ ہیں۔ ہر جگہ سکول، صاف پانی، ہسپتال، سڑکیں موجود ہیں۔ لوگ نہایت دیندار ہیں۔ جرائم نہ ہونے کے برابر ہیں۔ بچے بچیاں سکولوں میں زیر تعلیم ہیں۔ تمام مواضعات میں مدرسے ہیں۔ دوپہر کے فوراً بعد مدرسوں میں بھی پڑھتے ہیں۔ اس طرح مجموعی طور پر ہمارا یہ مختصر دورہ بہت کامیاب رہا۔ ہمیں اپنی کم مائیگی اور کم علمی کا شدت سے احساس ہوا۔ عوام کا جوش وجذبہ اور خلوص ناقابل فراموش تھا۔ علماء کے تشریف نہ لانے کی سب کو شکایت ہے۔ اگر علماء کرام سنتِ نبوی ﷺ، سیرتِ صحابہ و آئمہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بزرگان دین رحمۃ اللہ علیہم کی تبلیغی مساعی کو سامنے رکھتے ہوئے اس تبلیغی سلسلے کو جاری رکھیں تو بہت مثبت نتائج سامنے آسکتے ہیں۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ علماء کرام کو اخلاص کے ساتھ فی سبیل اللہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کیلئے کمربستہ ہونے کی توفیق عطا فرما اور اہلیانِ چھوربٹ کو دینی و دُنیوی کامرانی و سرفرازی عطا فرما۔ (آمین)

اگلے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں:

☆: تفکر و تذکر، مجموعۂ شریعت محمد، اور فقہی مسائل: ابوالعرفان علامہ محمد بشیر
☆: القرآن — مولانا عبدالحمید
☆: عشق اور تصوف — مولانا عبدالحلیم شبیری
☆: آئینِ جوانمردی، — مجاہد حسین کاوش
☆: رسالہ تلویحات — مولانا شکور علی انور
☆: اعتصام حبل اللہ — مولانا علی محمد محمدی
☆: احکام و فلسفۂ قربانی — مجاہد حسین کاوش
☆: نکاتِ دانش — انجینئر ذاکر حسین ذاکر سے انٹرویو
☆: رشحاتِ قلم میں ہادی علی تمنا، محمد باقر بدر، اکبر جاوید ابدالی کے قلمی پارے، "دُنیائے تصوف کی خبریں" اور "قارئین کے خطوط" کے سلسلے۔

☆نقشِ دوام☆

خانقاہ معلیٰ شگر

ڈاکٹر محمد اسماعیل ذبیح ،چپلو

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم، اس کے پیارے حبیب اور آئمہ اطہار کی برکت سے یوں تو سرزمین بلتستان کا چپہ چپہ اسلامی آثار اور تاریخی مقامات سے معمور ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا خطہ ایسا موجود ہو جو دین اسلام کی تہذیب وتمدن سے محروم رہ گیا ہو۔لیکن وادیٔ شگر کو یہ منفرد اعزاز حاصل ہے کہ یہاں بکثرت اسلامی تہذیبی وتمدنی آثار پائے جاتے ہیں۔ اور امتداد زمانہ کے باوجود یہ قیمتی آثار اب تک محفوظ و مامون موجود ہیں اور اپنے اولوالعزم بانیوں اور معماروں کا تعارف کرانے میں مصروف ہیں۔ اس ضمن میں مسجد امبوڑک، مسجد چھ برونجی، مزار میر یحیٰی، خانقاہ نوربخشیہ گلاب پور، خانقاہ نوربخشیہ الچوڑی، مسجد کھری ڈونگ، خانقاہ معلیٰ وغیرہ بہت ہی مشہور اور شاندار ہیں۔ ان اسلامی آثار میں ایرانی اور کشمیری تہذیب وتمدن اور فن تعمیر نمایاں ہیں جو اپنی منفرد خصوصیات، سادگی، نفاست اور گہرے نقوش کی وجہ سے اپنی مثال آپ ہیں۔ کیونکہ اس پورے علاقے میں دین اسلام حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ، میر سید محمد نوربخشؒ، میر سید شمس الدین عراقی اور اُن کے مریدین اور عقیدتمندوں کے ذریعے پھیلا۔ حضرت امیر کبیر کو ان علاقوں میں اشاعت اسلام کا اولین مبلغ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان کے بعد ان کے نامور مریدین نے بلتستان کے طول وعرض میں دین اسلام کی اشاعت کی اور اسے استحکام بخشا۔ جگہ جگہ مسجدیں اور خانقاہیں تعمیر کیں۔ ان کی تعمیر کے لئے انہوں نے خصوصی اہتمام سے ایرانی وکشمیری ماہرین تعمیرات کو یہاں لایا۔ جن کی مساعی سے یہ خوبصورت، عالیشان اور بابرکت عبادتگاہیں تیار ہوئیں۔ جو اتنے طویل عرصہ گزرنے کے باوجود اب تک صحیح حالت میں موجود ہیں۔ جس طرح یہ بزرگ دن رات انہی مساجد اور خانقاہوں میں رہ کر ذکر وفکر اور عبادت وریاضت میں اپنا وقت گزارتے تھے اور اپنی مقدس جگہوں میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، محمدؐ وآلِ محمدؐ کے ذکر وثناء کے ساتھ ساتھ تصوف کے اعمال واشغال بجالاتے تھے۔ آج بھی اہلِ صفا ان مقدس مقامات کو آباد رکھے ہوئے ہیں۔ ذیل میں شگر میں موجود اسلامی آثار میں سے صرف خانقاہ معلیٰ شگر خاص کے بارے میں کچھ لکھنے کی جسارت کررہا ہوں امید ہے کہ قارئین اسے پسند فرمائیں گے۔

خانقاہ معلیٰ شگر: نالہ شگر کی بائیں جانب واقع ہے۔ یہ اپنی طرز تعمیر میں ایک انوکھا شاہکار ہے۔ یہ شاندار عمارت دور سے ہی پُرشکوہ دکھائی دیتی ہے۔ اس کے جنوب میں نالہ شگر، مغرب میں مشہور روحانی بزرگ میر یحیٰی کا مقبرہ شمال میں وسیع قبرستان اور مشرق میں شگر بازار واقع ہے۔

اس خانقاہ کی سال تعمیر عربی الفاظ بیت العتیق ہے جو ۱۲۲۳ھ کا سال بنتا ہے۔ عام روایت کے مطابق یہ حضرت میر یحییٰ کا تعمیر کردہ ہے لیکن تاریخی لحاظ سے یہ میر یحیٰیؒ سے بہت پہلے کی تعمیر کردہ ہے۔ غالب یہ میر عارفؒ اور شاہ ناصرؒ کا تعمیر کردہ ہے۔ میر نجم الدین ثاقب سے منسوب تاریخ بلتستان منظوم میں یوں آیا ہے۔

ازاں بعد بزرگی از کاشغر
بہ سال دو ثاویک طا وجیم
بیامدزراہ سلتورھمین
برای اشاعت دینِ کریم
همی کرد تاکید برامردین
بتعمیر مسجد به شوق عظیم
کننده بنای جامع شگر
ہمین شاہ ناصر اسمش کریم

ان سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حضرت شاہ ناصر اور میر عارف کی کوششوں سے تعمیر ہوئی ہے۔

خانقاہ شمالاً جنوباً 70 فٹ اور شرقاً غرباً 23 فٹ ہے۔ یہ سطح زمین سے 5 فٹ اونچی کرسی پر تعمیر ہے۔ اور اس کی اونچائی 55 فٹ ہے۔ اندرونی ہال کی چھت 30 فٹ اونچی ہے۔ چھت 3 طبقوں پر مشتمل ہے۔ ہر چھت تقریباً 6 فٹ اونچی ہے۔ اندرونی چھت کے عین وسط میں ختم بام بنا ہوا ہے، جو چوبکاری اور جیومیٹریکل شہکار ہے۔

پوری عمارت لکڑی اور پتھر اور گچ سے بنائی گئی ہے۔ پوری عمارت چار بڑے بڑے ستونوں پر کھڑی ہے۔ مشرق کی جانب ایک خوبصورت ستاغو (Main Gate) ہے۔ جس پر خوبصورت چوبکاری اور نادر نقش ونگار بنے ہوئے ہیں۔ ستاغو کے دونوں جانب دو چھوٹے دروازے ہیں۔ تینوں دروازوں کے اوپر خوبصورت جالیوں سے مزین کھڑکیاں ہیں۔ یہ دروازے اور کھڑکیاں بہت ہی خوبصورت اور دیدہ زیب ہیں۔ مرکزی ہال کے مغربی سائیڈ میں منبر ومحراب ہیں۔ منبر خالص گچ سے بنایا گیا ہے۔ خطیب اس پر سے خطبہ دیتے ہیں اور مجلس پڑھاتے ہیں۔ منبر ومحراب کے دونوں طرف دو کھڑکیاں ہیں جن کے اوپر بھی چھت تک خوبصورت کھڑکیاں بنی ہوئی ہیں جو بہت ہی خوبصورت جالیوں سے مزین ہیں۔ ہال کے شمال اور جنوب کی اطراف میں دونوں جانب چھ چھ اعتکاف خانے بنے ہوئے ہیں۔ ان کی چھت پر ایوان ہیں۔ ساتھ ہی چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے ہیں جن کی جالی دار کھڑکیاں خانقاہ کے اندر کھلتی ہیں۔ ماضی میں یہ اعتکاف خانے اور کمرے خلوت نشینی اور عزلت گزینی کے لئے استعمال ہوتے تھے۔ یہاں اللہ والے روحانی تربیت حاصل کرتے تھے۔

خانقاہ کے دالان میں چنار کے 3 بڑے بڑے درخت ہیں۔ خانقاہ سے ملحق جامعہ اسلامیہ صوفیہ نوربخشیہ چل رہا ہے۔ یہ بھی خانقاہ کے دالان میں بنی ہوئی ہے۔ چنار کے درخت کے نیچے ایک سنگ مرمر کا بہت بڑا جائے نماز نما پتھر ہے۔ مشہور روایت یہ ہے کہ اسے میر یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ نے روحانی طاقت کے بل بوتے پر چھوتروں سے یہاں لایا ہے۔ یہاں کے لوگ میر یحییٰؒ کے انتہائی معتقد ہیں۔ خانقاہ کے متولی شروع سے میر یحییٰؒ کی اولاد رہی ہے۔ عصر حاضر میں اس کا میر واعظ یعنی خطیب، امام ومتولی، میر یحییٰ کی اولاد سید محمد عراقی صاحب ہیں جو پیر نوربخشیہ شگر کے نام سے معروف شخصیت ہیں۔

یہ خانقاہ اپنی تعمیر کے وقت سے جوں کی توں ہے۔ البتہ اس کی دو دفعہ وسیع پیمانے پر مرمت ہوئی ہے۔ 2002ء میں ایک مخلص بندے کی کوششوں اور سرپرستی میں اس کی مرمت ہوئی ہے۔ امتداد زمانہ کے ہاتھوں ہونے والی ٹوٹ پھوٹ کا ازالہ کیا گیا ہے۔ بالخصوص اعتکاف خانوں کو بالکل درست انداز میں دوبارہ سجایا گیا ہے۔ وہ کون خوش نصیب ہوں گے؟ جو ان کو دوبارہ آباد کرنے کے لئے وہاں معتکف ہوں اور روحانی فیض سے نہ صرف خود مستفید ہوں بلکہ خلق خدا کو بھی مستفیض ومستفید کر سکیں۔

ہے مگر اس نقش کو عیش بقائے دوام
جس کو کیا ہو کسی مرد خدا نے تمام

☆فقہی مسائل☆

آپ کے مسائل اور اُن کا حل

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

اس عنوان کے تحت ادارے کو موصول ہونے والے سوالات کے جوابات شائع کیے جاتے ہیں۔ غیر ضروری اور غیر مفید سوالات کے جوابات شائع نہیں کیے جاتے۔ اس طرح سے جن سوالات کے جوابات سابقہ شماروں میں شائع ہو چکے ہوں۔ ان سوالات کے جوابات بھی دوبارہ شائع نہیں کیے جاتے۔ بہتر یہ ہے کہ ہر سوال کنندہ جوابی لفافہ بھی ارسال کیا کرے تاکہ اس کے سوالات کے جوابات بذریعہ ڈاک خط ارسال کرنے کی صورت میں اُس تک پہنچائے جاسکیں۔ اس شمارے کے لئے جن سوالات کا انتخاب کیا گیا ہے اُن کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

سوالات

سوال نمبر۱: کیا پنسل کی سیاہی وضو اور غسل کے لئے رُکاوٹ ہے؟

سوال نمبر۲: کیا پلاسٹک کی جائے نماز پہ نماز پڑھنا صحیح ہے؟

سوال نمبر۳: اگر انڈے کی زردی یا سفیدی میں خون ہو اس سے انڈا قابل استعمال ہوگا یا نہیں؟

سوال نمبر۴: کیسٹ چلانے پر سجدہ والی آیت سننے میں آئے تو سجدہ ضروری ہوگا یا نہیں؟

سوال نمبر۵: نماز عیدین کی قضا بھی واجب ہوتی ہے؟

سوال نمبر۶: صرف ٹھوڑی پہ داڑھی چھوڑنا اور دونوں رخساروں سے داڑھی کا صفایا کرنا کیسا ہے؟

سوال نمبر۷: مرد کا مرد کو شہوت بھری نگاہ سے دیکھنا نیز عورت کا عورت کو شہوت بھری نگاہ سے دیکھنا کیسا ہے؟

سوال نمبر۸: خطبہ جمعہ پڑھنے کی اہلیت نہ رکھنے والے کے لئے خطبہ جمعہ کا کوئی نعم البدل یعنی دعا وغیرہ پر اکتفا کرنا روا سمجھے گا یا نہیں؟

سوال نمبر۹: مجبوری کے تحت پڑھی جانے والی نماز کے رکوع اور سجدوں کے اشاروں میں کوئی فرق نہ کیا گیا ہو تو کیا ایسی نماز کا اعادہ واجب ہوگا یا نہیں۔

سوال نمبر۱۰: میں چند ناگزیر وجوہات کی بنا پر نماز کی انفرادی ادائیگی کر رہا ہوں۔ کیا میرا یہ انداز درست ہے۔

سائل: سپاہی شاہد علی دم سم والے، حال مقیم مظفر آباد آزاد کشمیر

جوابات

جواب نمبر۱: بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

وضو اور غسل کے لئے پنسل کی سیاہی کوئی رکاوٹ نہیں ہے اور نہ ہی پین کی سیاہی۔

جواب نمبر۲: بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

پلاسٹک کی جائے نماز پاک چیزوں کے زمرے میں آتی ہے لہذا اُس پر نماز پڑھنا بالکل صحیح ہے۔

جواب نمبر۳: بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

حلال پرندوں کے انڈے پاک ہیں۔ اگر سفیدی یا زردی میں خون کا

قطرہ دیکھنے میں آئے تو یہ سفیدی یا زردی کا حصہ قرار پائے گا۔ ایسا واقعہ شاذ و نادر ہو سکتا ہے۔ اگر کسی انڈے میں ایسا قطرہ مانندِ خون دیکھا جائے تو وہ اصل انڈے کا تابع ہوگا لہٰذا اس کا ناپاک ہونا لازم نہیں آئے گا اور اس کا کھانا شرعاً حلال ہوگا۔

جواب نمبر۴: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

سجدۂ تلاوت کا تعلق خواہ واجب ہو خواہ مسنون آدمی کی اپنی تلاوت کے ساتھ ہے یا کسی دوسرے آدمی کی تلاوت کی سماعت کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔ کیسٹ چلانے کی صورت میں تلاوت والی آیت سننے میں آئے تو وہاں پر حکم کی تاکید ختم ہو جاتی ہے۔ اگر یہاں پر بھی سجدہ کا حکم بدستور لاگو ہو جائے تو امامتِ نماز کی ریکارڈنگ کا سہارا لے کر لوگ اجتماعی ادائیگی کرنے لگ جائیں گے اور لوگوں کو کسی امام کے تقرر کی ضرورت نہیں رہے گی۔ کسی ایک امام کی نماز پنجگانہ کی ریکارڈنگ امام کا کام دے گی۔ حالانکہ ایسا کرنا شرعاً درست نہیں ہے۔

جواب نمبر۵: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نمازِ عیدین اپنے مخصوص اوقات میں واجب ٹھہرتی ہے۔ وقت گزر جانے پہ شرعاً کوئی قضا واجب نہیں ہوتی۔ ہاں اگر کسی کو اجتماعی ادائیگی کا موقع نہ ملے تو وہ انفرادی طور پر بھی نمازِ عیدین کی بجا آوری کر سکتا ہے، کیونکہ نمازِ عیدین کا کوئی نعم البدل نہیں۔ بخلاف نمازِ جمعہ کے کہ وہاں پر جمعہ کی نماز جماعت میں کوئی شریک نہ ہو سکے تو وہ ظہر کی بجا آوری کرے گا کیونکہ ظہر ہی جمعہ کی مبدل منہ ہے۔

جواب نمبر۶: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

ایسا اندازِ عمل اختیار کرنا دُنیاداروں کے رنگین فیشنز کا مضحکہ خیز حصہ ہے۔ شرعاً اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ بلکہ یہ داڑھی کے حکم کی کھلی خلاف ورزی کے زمرے میں آتا ہے۔

جواب نمبر۷: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نگاہ کا مذکورہ رُخ دونوں صورتوں میں شرعاً حرام ہے۔

جواب نمبر۸: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

خطبۂ جمعہ عام لیکچرز کی طرح نہیں ہے، بلکہ اس کے پانچ ارکان ہوتے ہیں۔ لہٰذا خطبہ کی اہلیت نہ رکھنے والے کے لئے خطبۂ جمعہ کا کوئی نعم البدل یعنی دعا وغیرہ شرعاً معتبر نہیں ہے۔ اہلیت کے حامل خطیب کا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ خطبۂ جمعہ درست نہیں ہوگا۔

جواب نمبر۹: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

ایسی صورتِ حال درپیش ہونے کی صورت میں اشاروں والی نماز ہی درست ہے۔ رکوع اور سجدہ کے اشاروں میں فرق کرنا بہتر ہے۔ واجب نہیں کیونکہ بے اطمینانی کی حالت میں کبھی اشاروں میں فرق مفقود ہو جاتا ہے۔ تاہم کسی منزل مقصود پر پہنچ کر ایسی نمازوں کا اعادہ کرنا چاہے تو بہتر صورت ہے۔

جواب نمبر۱۰: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

آپ نے جن ناگزیر وجوہات وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اُن صورتوں میں آپ کی انفرادی ادائیگی ہی درست ہے۔ آپ بے فکر رہیں اور اجتماعی ادائیگی کی زحمت گوارا نہ کریں۔

☆: امید ہے کہ محترم سپاہی شاہد علی دم سم والے اپنے دس سوالات کے مذکورہ جوابات سے مطمئن ہونگے۔ اگر کوئی بات آپ کے لئے مزید وضاحت طلب اور محلِ نظر ہو تو آپ اس سلسلے میں خط لکھ سکتے ہیں۔ مزید وضاحت شائع کی جائے گی۔

تفقهوا فی الدین فان الفقه مفتاح البصيرة

قارئین کرام!

نوائے صوفیہ میں مضمون کی اشاعت کے لئے کتب کا حوالہ لازمی ہے۔

☆اخبار التصوف☆

دُنیائے تصوف کی خبریں

لیاقت علی خان

❁ : رُوح پرور محفلِ اعتکاف

حسب سابق امسال بھی رمضان المبارک کے ماہِ مبارک میں جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ اسلام آباد میں اعتکاف نشینی کا اہتمام کیا گیا۔ اس سال محترم آخوند حسین صاحب کی عدم موجودگی کے باعث اعتکاف نشینوں کی قیادت محترم صوفی عبداللہ صاحب کر رہے تھے۔ دورانِ اعتکاف معتکفین حضرات اوراد، ورد و وظائف، نوافلات، تلاوت قرآنی کی صورت میں شراب طہور کی لذت سے لطف اندوز ہو رہے تھے اور رُوح پرور ذکر جلی اور تسبیح و تہلیل کے غلغلوں سے اپنے اذہان و قلوب کو منور کر رہے تھے۔ چاند رات کو اختتامی تقریب منعقد ہوئی جس میں مولانا محمد انور صاحب نے اعتکاف کی فضیلت، مولانا عارف صاحب نے ترکِ دُنیا اور سید انور حسین سکساوی صاحب نے تزکیہ نفس کے موضوع پر تقاریر کیں۔ آخر میں جی ایچ معروفی صاحب نے انجمن کی طرف سے منتظمین اور جلسے کے شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔

❁ : جشنِ ولادتِ باسعادت علیؑ

شاہ ہمدان اسٹوڈنٹس فیڈریشن سرمیک کے زیر اہتمام بسلسلۂ یوم ولادت باسعادت امام الاولیاء اسد اللہ الغالب حضرت علی علیہ السلام اور علی ثانی امیر کبیر سید علی ہمدانی المعروف حضرت شاہِ ہمدانؒ ایک عظیم الشان روحانی اجتماع منعقد ہوا۔ جس کی صدارت میر واعظ سرمیک جناب سید حسن الموسوی صاحب نے فرمائی جبکہ مہمانِ خصوصی کی نشست پر مفتی اعظم مولانا محمد عبداللہ صاحب جلوہ افروز تھے۔ جلسے کا آغاز قاری محمد افضل کی تلاوت کلام پاک سے ہوا جبکہ ذاکر حسین نے بارگاہِ رسالت میں ہدیہ نعت اور مولانا محمد علی عارف نے بارگاہِ ولایت میں ہدیہ سلام پیش کیے۔ مقررین میں مولانا عبدالحمید، مولانا علی محمد محمدی، مولانا محمد اسماعیل، مولانا محمد باقر، علامہ محمد شفیع مطہری (صدر تحریک صوفیہ)، مولانا محسن علی ساقی، سید صادق شاہ صاحب میر واعظ بلغار، مولانا محمد افضل، سید اکبر شاہ کاظمی، غلام عباس چوپا ایڈوکیٹ، مولانا غلام حسین نورانی، مہمانِ خصوصی مفتی محمد عبداللہ اور صدر جلسہ میر واعظ سرمیک سید حسن الموسوی شامل تھے۔ مقررین نے اپنے خطاب میں علی اوّل و علی ثانی کی مبارک زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے سامعین کو ان دونوں ہستیوں کی نقش قدم پر چل کر دُنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کرنے پر زور دیا۔

ارضِ بلتستان کے معروف سکالر و محقق جناب غلام حسن حسنو، مولانا مراد علی نوری، مولانا سیف اللہ، مولانا سید علی، مولانا سید حسن شاہ، سید محمد شاہ اطہر، مولانا محمد رضا ضیاء اور صوفی غلام محمد صاحب کے علاوہ بلتستان بھر سے شمع تصوف کے پروانوں نے جلسے میں شرکت کی۔ نظامت کے فرائض بلتستان کے مشہور شاعر احسان علی دانش نے انجام دیے۔ جبکہ ریڈیو پاکستان سکردو کے خصوصی نمائندے بھی جلسے کی کوریج کیلئے موجود تھے۔ آخر میں فیڈریشن کی جانب سے حاجی محمد علی صاحب وائس چیئرمین ہلکےدو نے سرمیک آمد پر معزز مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ یوں یہ تقریب مملکت خداداد پاکستان کی استحکام و سلامتی کے لئے دعائیہ کلمات کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

رپورٹ: پریس سیکرٹری

کریس میں رُوحانی اجتماع

تنظیم فدائیانِ آلِ رسول صوفیہ نوربخشیہ کریس بلتستان (رجسٹرڈ) کے زیر اہتمام کاروانِ تصوف کا نواں عظیم الشان سالانہ روحانی اجتماع بسلسلہ یوم میلاد حضرت امام مہدیؑ و حضرت شاہ سید محمد نوربخشؒ ۲۷ شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ کو بمقام مسجد غوث المتاخرین المعروف گونگمہ مسجد کریس منعقد ہوا۔ اس محفل سعید کی صدارت مفتی اعظم مولانا محمد عبداللہ جبکہ مہمانِ خصوصی کی نشست پر مولانا علی محمد محمدی جلوہ افروز تھے۔ جلسہ گاہ کو مختلف خیر مقدمی بینروں سے سجایا گیا تھا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض روزی علی شبیری نے ادا کر رہے تھے۔ محفل کا آغاز طاہر احمد طالب علم نے تلاوت کلام پاک سے شروع کیا۔ ممتاز قصیدہ خوان عارف حسین نے نعت رسول مقبول پیش کیا۔ طالب محمد اویس نے نعت پیش کر کے سامعین سے داد و تحسین وصول کی۔ مولانا محمد علی عارفؔ نے تقریب سے خطاب کرتے ہوئے ذکر و فکر کو تصوف کا عظیم ترین سرمایہ قرار دیا۔ علامہ محمد باقر نے تقریر کرتے ہوئے حرام اور حلال میں تمیز کرنے کو ترک دنیا قرار دیا۔ محفل سعید سے خطاب کرتے ہوئے مولانا مراد علی نوری نے حضرت امام محمد مہدیؑ و شاہ سید محمد نوربخشؒ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ نوجوان رہنما کاچو غلام مہدی ڈویژنل صدر نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن گانچھے نے اتفاق و اتحاد کی ضرورت پر زور دیا۔ تقریب کی مہمانِ خصوصی مولانا علی محمد محمدی نے اظہار خیال کرتے ہوئے تصوف کو روح اسلام قرار دیا۔ صدر محفل مفتی اعظم مولانا محمد عبداللہ نے اپنے صدارتی خطبے میں آئمہ کرام کی فضائل بیان کرتے ہوئے ان کی ذاتِ مقدسہ کو ہمارے لئے نمونہ عمل قرار دیا۔ محفل کی اختتام پر مفتی صاحب نے فیتہ کاٹ کر "اسلامک ایجوکیشن سینٹر کریس" کی نئی عمارت کا افتتاح کیا۔

رپورٹ: پریس سیکرٹری

محمد حسن جنیدی

نمائندہ نوائے صوفیہ



مفتی محمد عبداللہ صاحب اسلامک ایجوکیشن سینٹر کریس کی نئی عمارت کا فیتہ کاٹ کر افتتاح کر رہے ہیں۔ این وائی ایف کے صدر کاچو مہدی اور مولانا محمد علی عارف بھی نمایاں ہے۔

گلگت میں محفلِ اعتکاف

جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ گلگت میں اس سال ۲۰ خوش نصیبوں نے اعتکاف نشینی میں شریک ہوئے۔ اعتکاف نشینوں کی قیادت مولانا غلام حسن جیلوی کر رہے تھے۔ اختتامی تقریب میں مولانا غلام محمد تھلوی نے کہا کہ اعتکاف نشینی بزرگان دین کی طرف سے عطا کردہ ایک عظیم تحفہ ہے۔ بزرگان دین اعتکاف نشینی ہی کے ذریعے سے روحانی منازل طے کرتے تھے۔

رپورٹ: اقبال حیدر تھلسوی

قراقرم یونیورسٹی گلگت

گلاب پور شگر: جشنِ مولودِ کعبہ

خانقاہ معلیٰ گلاب پور شگر میں بسلسلۂ ولادت باسعادت شہنشاہ تصوف، شاہ ولایت حضرت علی اور مبلغ اسلام حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد کیا گیا۔ جلسے کی صدارت قبلہ پیر صوفیہ نوربخشیہ الحاج پیر سید نواز حسین مخدومی صاحب مدظلہ العالی فرما رہے تھے جبکہ مہمان خصوصی کے مسند پر مفتی دین جناب مفتی علی محمد ہادی صاحب جلوہ افروز تھے۔ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض NYF گلاب پور کے رہنما جناب احسان علی دانش صاحب کر رہے تھے۔ آخوند محمد علی صاحب کی تلاوت کلام پاک سے باقاعدہ آغاز ہوا۔ محمد اقبال طالب علم نے نعت رسول جبکہ محمد اسلم عاصی نے کلام اقبال سے حمدِ باری تعالیٰ پیش کیا۔ جلسے سے خطاب کرنے والوں میں مولانا محمد اسماعیل، مولانا جعفر علی صدر مدرس مدرسہ تعلیم القرآن، مولانا فرمان علی، آخوند موسیٰ صاحبان شامل تھے۔ مقررین نے فضائل اہل بیت، فضائل تصوف اور بزرگان دین کے احوال و آثار کے موضوعات پر تقریریں کیں۔ اس طرح یہ جلسہ قبلہ پیر صاحب کی دعاؤں سے اختتام کو پہنچا۔ آپ نے جملہ اہل اسلام اور ملت صوفیہ نوربخشیہ کی باہمی وحدت اور استحکام کے لئے خصوصی دعائیں مانگی۔

رپورٹ: محمد اسلم عاصی

ایس وی پی NYF شگر

لاہور میں سہ روزہ اعتکاف

حسب دستور صوفیاء دُنیائے تصوف کے دیگر خانقاہ و مساجد کی طرح جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ لاہور میں بھی علم و عرفان کے شیدائیوں اور شمع تصوف کے پروانوں کے اعتکاف نشینی کا سلسلہ گذشتہ کئی سالوں سے جاری و ساری ہے۔ امسال بھی مجلس اہل تصوف لاہور کے زیر اہتمام محترم قبلہ بوا حیدر صاحب کے نگرانی میں سہ روزہ اعتکاف نشینی منعقد کیا گیا۔ روحانی نعمتوں اور برکتوں سے مزین اس ریاضت میں ۱۸ خوش نصیب سالکان طریقت نے حصہ لیا۔ اعتکاف کے اختتام پر ایک پروقار محفل قبلہ بوا حیدر صاحب کے زیر صدارت منعقد ہوئی جس میں لاہور میں مقیم نوجوانان صوفیہ کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی۔ مولانا احمد علی عارف نے تفصیل سے خطاب کرتے ہوئے اعتکاف کی فضیلت بیان کی اور توبہ کی اہمیت و ضرورت پر روشنی ڈالی۔ محمد علی براہوی، بوا رضا، بوا جابر، اپو سرموی اور دوسرے ذاکرین نے نعت رسول مقبولؐ اور مدح اہل بیت سے محفل کی رونق میں اضافہ کیا۔

رپورٹ: اعجاز حسین براہوی

جنرل سیکرٹری مجلس اہل تصوف

وزیرپور چندو: جلسۂ عید

وزیرپور شگر میں بسلسلہ یوم ولادت حضرت علی و حضرت میر سید علی ہمدانی ایک عظیم الشان جلسہ عید منعقد ہوا۔ جلسے کی صدارت قبلہ پیر صوفیہ نوربخشیہ السید نواز حسین مخدومی صاحب نے کی جبکہ مہمان خصوصی کی نشست پر مفتی اعظم بلتستان مفتی علی محمد ہادی صاحب رونق افروز تھے۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض این وائی ایف کے رہنما اکبر جاوید ابدالی انجام دے رہے تھے۔ تلاوت کلام پاک کا شرف مولانا فرمان علی حسینی میر واعظ کھرمنگی داس کو حاصل ہوا۔ محمد اقبال نے نعت رسول مقبول پیش کی۔ بلبل تصوف مولانا عبدالرحمان نے خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے قبلہ پیر صاحب اور مفتی صاحب اور دیگر مہمانوں کو وزیرپور چندو آمد پر خوش آمدید کہا۔ مقررین میں مولانا سید یعقوب شاہ، سید ثناء اللہ میر واعظ چندو، مولانا محمد اسماعیل گلاب پوری، مولانا غلام رسول براہوی صاحب شامل تھے۔ مولانا محمد افضل معروفی نے ملت صوفیہ نوربخشیہ کو درپیش حاصل بیان کرتے ہوئے ملت کے جوانوں پر زور دیا کہ وہ ملت کی فکری، عملی ترویج و ترقی کے لئے ہر ممکن کوشش

کریں۔ اس کے لئے دینی و دنیاوی علوم حاصل کر کے قوم وملت کی تحفظ کے لئے کمربستہ ہو جائیں اور ذکر واذکار سے خانقاہوں اور مسجدوں کو آباد کریں۔ مفتی اعظم مفتی علی محمد بادی صاحب نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ بعض لوگ نعرہ زن ہیں کہ ہم محب علی ہیں اور سید علی ہمدانی کے پیروکار ہیں۔ مگر اس طرح صرف زبانی دعویداری کافی نہیں ہے۔ بلکہ صحیح معنوں میں دوستداری تو یہ ہے کہ ان کی عملی نقوش کی پیروی کرتے ہوئے قیام صوم وصلوۃ قرآن مجید کی تلاوت، اعتکاف اور ذکر واذکار سے مسجدوں اور خانقاہوں کو آباد کرنی چاہئے۔

رپورٹ: سیکرٹری نشرواشاعت

انجمن صوفیہ نوربخشیہ، وزیر پور شگر

کراچی میں اعتکاف نشینی

جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ محمود آباد میں اعتکاف نشینی کے اختتام پر ایک تقریب منعقد ہوئی۔ جس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے شروع ہوئی۔ صوفی غلام رسول سرمیکی نے اعتکاف کی فضیلت اور اہمیت پر روشنی ڈالی۔ ذاکر حسین ذاکر نے مولا علی کے ریاضت کے حوالے سے شاندار روشنی ڈالی۔ حاجی محمد علی شبیری صاحب نے قرآن کریم اور فقہ الاحوط کی رو سے اعتکاف نشینی پر خطاب کیا۔ سید عارف حسین نے حضور ﷺ کے شان میں منقبت پیش کی اور آخر میں جناب صوفی علی نے دین اسلام کی سربلندی کیلئے دعائے خیر کی۔

رپورٹ: محمد حسین سلوئی

یونیورسٹی آف کراچی

فلاحی تنظیم سرمو کا اجلاس

نوجوانان فلاحی تنظیم سرموں ترکری کراچی کا ایک جنرل باڈی اجلاس تنظیم ھذا کے صدر جناب غلام حسین عاشقی کے زیر صدارت منعقد ہوا۔ اجلاس میں تنظیم کے بانی جناب غلام عسکری کے علاوہ علاقہ ترکری کے کراچی میں مقیم دوسرے عمائدین نے بھی شرکت کی۔ اجلاس میں علاقے کی بزرگوں کے علاوہ کثیر تعداد میں نوجوانوں نے بھی شرکت کی۔ اجلاس میں تنظیم کی کارکردگی رپورٹ پیش کی گئی اور آئندہ کے لئے بھی مثبت اقدامات کئے گئے۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے تمام مقررین نے تنظیم کی کارکردگی کو سراہا اور اپنی تمام تر وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے مکمل تعاون کا یقین دہانی کرائی۔

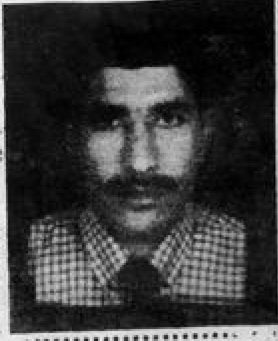
رپورٹ: جنرل سیکرٹری

طلباء کا اعزاز

عارف حسین ترابی ولد فدا علی تحلوی نے جامعہ کراچی سے "ایم اے معاشیات پرویس امتحانات 2002،" میں فرسٹ ڈویژن حاصل کیا ہے۔ جبکہ حمایت علی ولد محمد عیسیٰ تحلوی نے جامعہ کراچی سے "بی اے فائنل ایئر سالانہ امتحانات 2002،" میں کل نمبر 1000 میں سے 600 نمبر حاصل کر کے فرسٹ ڈویژن حاصل کیا۔

رپورٹ: اسماعیل کریم بلتی

آئی سی سی کالج، کراچی



عارف حسین تحلوی



حمایت علی تحلوی

☆ نامہ سالک ☆

قارئین کے خطوط

مولانا محمد انور تھلوی

''نوائے صوفیہ'' کی ترقی و عروج کا سامان ہم سب کا فریضہ ہے مگر قبلہ علامہ صاحب کی گرانقدر قربانی اور ہمت کے بغیر اس کی دوام محال ہے۔ ہر مشکل حالات میں قوم کی نظریں اسی شخصیت کی طرف مرکوز ہوتی ہیں۔ اخلاص والے ہمیشہ ان کے ہمدوش رہیں گے۔

شکور علی انور، گلگت

نمائندہ نوائے صوفیہ

طالب علموں کی نمایاں کامیابیوں کو شائع کرنے کا جو سلسلہ شروع کیا ہے یہ مسلک صوفیہ نوربخشیہ کے نوجوانوں میں اُمنگ و جستجو کا باعث بن رہا ہے اس طرح وہ منزل مقصود کے حصول کے لئے مزید کوشاں ہو جاتے ہیں۔

اسماعیل کریم بلتی

آئی سی سی کالج، کراچی

اپوچو فقیر میموریل لائبریری کے نام مختلف النوع رسائل و جرائد کی تعداد نوے (۹۰) سے تجاوز کر گئی ہے۔ جس میں نوائے صوفیہ کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ احیائے تصوف کا علمبردار ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل باقاعدگی سے موصول ہو رہا ہے، جس پر ہم تہہ دل سے مشکور و ممنون ہیں۔ لائبریری سے وابستہ قارئین انتہائی ذوق اور دلچسپی سے اس رسالے کی مطالعہ کرتے ہیں۔ کیونکہ اس میں شامل مضامین اور سلسلے روح پرور، جامع، معلوماتی اور ایمان افروز ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ رسالہ تسکین روح کا باعث بن رہا ہے۔

لائبریرین

اپوچو فقیر میموریل لائبریری

مکتبہ الاسلامیہ شباب اہلحدیث کے زیر اہتمام قائم ایک اسلامی اور عوامی لائبریری ہے جو کہ بلا امتیاز مسلک و فرقہ قارئین سے ذوق کے مطابق لٹریچر فراہم کرتی ہے۔ لائبریری اگرچہ نام کے اعتبار سے مسلکی ہے لیکن ہماری پوری کوشش یہی ہے کہ اسلامی یکجہتی اور ہم آہنگی کی ترویج و استحکام کی خاطر دیگر مسالک کے کتابوں اور رسائل و جرائد کی دستیابی بھی یقینی بنایا جائے، تاکہ ہر مسلک کے لوگ اس لائبریری سے مستفید ہو سکیں۔

عبدالرحمان عبداللہ

ناظم مکتبہ الاسلامیہ، کریس

ادارے کی اپیل پر مضامین کی ترسیل شروع کر دی ہے مگر رسالے میں شائع ہوتا ہوا نظر نہیں آتا۔ رسالہ کے واجبات بھی ارسال کر دی گئی ہیں۔

محمد ابراہیم فیضی

نمائندہ دیوچنگ، گانچھے

﴿قبلہ فیضی صاحب! آپ کے دونوں مضامین کافی تاخیر سے موصول ہوئے تھے جس بنا پر ان کی برمحل اشاعت ممکن نہ ہو سکی۔ تاہم ایک مضمون شامل اشاعت کیا گیا ہے جبکہ دوسرا موقع کی مناسبت سے شائع کیا جائے گا۔ پُرخلوص تعاون کا شکریہ﴾

''آپ کے مسائل اور اُن کا حل'' میرا پسندیدہ مضمون ہے۔ آئندہ رسالہ میرے گھر کے پتہ پر ارسال کریں۔

آخوند محمد حسین

بہادر آباد، کورو

نوائے صوفیہ ملت نوربخشیہ کی ہر قدم پر رہبری کرنے والا جریدہ ہے۔ ہم سب کو ذاتی مفادات بالائے طاق رکھ کر شاہ سید محمد نوربخش کی تعلیمات پر مبنی اس مشن کو جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔

خادم حسین نوری،

اتفاق ہاؤس، کراچی

ہم نوائے صوفیہ کا شوق سے مطالعہ کرتے ہیں۔ شمارہ نمبر ۸ ۷ میں علامہ محمد بشیر صاحب اور مجاہد حسین کاوش کے مضامین قابل دید تھے۔

محمد آصف سریکی محمد اسماعیل،

غلام عباس حال کراچی۔

نوائے صوفیہ بہتر طور پر مسلک نوربخشیہ کی ترجمانی کر رہی ہے۔ رسالے کی وساطت سے اپنے عزیز دوستوں عارف حسین ترابی کو ایم اے اکنامکس، جبکہ حمایت علی کو بی اے کے امتحانات میں شاندار کامیابی پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

جہانگیر یوسف تھلوی

ایف جی کامرس کالج اسلام آباد

نوائے صوفیہ کی تشہیر میں مجاہد حسین کاوش کی کوششوں کو سراہتے ہیں۔ ہزاروں طالب علم اس علمی سرچشمہ سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ رسالے کے تمام مضامین قابل تعریف ہیں اور یہ جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔

احمد علی، دتر تھلے

میں ایک ادنیٰ سا طالب علم ہوں۔ نوائے صوفیہ میرا محبوب رسالہ ہے۔ اسے پڑھ کر میری معلومات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ نوائے صوفیہ کے محسن ذمہ داروں کی مساعی کی بدولت اب انٹرنیٹ تک ہماری رسائی حاصل ہو چکی ہے۔ دعا ہے کہ اسی رفتار میں مسافت طے کرتے ہوئے منزل مقصود تک پہنچ جائے۔ بادِ مخالف کی پرواہ کئے بغیر مسلسل کاوشیں جاری رکھی جائے تو بعید نہیں کہ کامیابی آپ لوگوں کی قدم چومے۔ کچھ لوگ نوائے صوفیہ کی کامیابی پر جلتے نظر آتے ہیں لیکن اُن بدخواہوں کے بُرے عزائم ہمارا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ ایسے موقعوں پر درویش لاہوری کے اس شعر کو پیش نظر رکھنی چاہیے۔

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

☆: کم از کم دو صفحے "سائنسی معلومات" کے لئے مختص کی جائے۔

☆: نونہالان ملت و مسلک کی حوصلہ افزائی کیلئے نوائے صوفیہ کا شاہین بچوں کے لئے شاہین سکالرشپ کا سلسلہ جاری رکھا جائے۔

محمد باقر قادری سریکی

جب سے عسکری زندگی میں قدم رکھا ہے رسالہ نوائے صوفیہ ہی روشنی کے مینارے کا کام دے رہا ہے۔ یہ رسالہ افراد ملت کو نور کی طرف راغب کرنے والا عالم دین کی حیثیت رکھتا ہے۔ وادی کشمیر کے سرسبز و شاداب پہاڑوں پر یہ ایک آسمانی تحفے سے کم نہیں۔ ہمیں مستقل خریداروں کی فہرست میں شامل کریں۔

سپاہی غلام نبی، سپاہی لیاقت علی آرزو چھوربٹی

سپاہی محمد الیاس کھرکوی، سپاہی محمد ابراہیم چھوربٹی

﴿قارئین کرام! آپ اپنے مراسلے میں پیسے بھیجے جانے کا تو لکھ دیتے ہیں مگر اس بات کی وضاحت نہیں ہوتی کہ پیسے بائی ہینڈ بھیجا گیا ہے یا منی آرڈر اور بینک ڈرافٹ کے ذریعے سے۔ لہذا آئندہ اس بات کو ضرور واضح کر دیں۔﴾

بقیہ : دُنیائے تصوف کی خبریں

ممتاز حسین کا اعزاز

نوائے صوفیہ کے مستقل قاری ممتاز حسین جن کا تعلق ضلع سینو سے ہے گوہر مشہ بروم سے ہے بچپن سے ہی ذہین باصلاحیت اور محنتی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ہائی سکول تھگس کے سالانہ امتحان میں پورے مشہ بروم میں پہلی پوزیشن حاصل کی۔ مڈل پاس کرنے کے بعد ہائی سکول چھلو میں سائنس گروپ میں داخلہ لیا۔ میٹرک پاس کرنے کے بعد آپ نے ڈگری کالج سکردو میں داخلہ لیا۔ وہاں سے 2000ء میں شعبۂ ایگریکلچر میں بی ایس سی آنرز کیا۔ جون 2001ء میں آپ درس و تدریس کے شعبے سے منسلک ہو گئے۔ محکمہ تعلیم نے آپ کو سیشن 2001-2002ء بی ایڈ کے لئے گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن افضل پور میرپور آزاد کشمیر بھیج دیا جہاں سے سالانہ امتحان 2002ء میں آپ نے کل نمبرات 1100 میں سے 722 نمبرات لے کر یونیورسٹی ٹاپ کیا جس پر یونیورسٹی نے آپ کو گولڈ میڈل سے نوازنے کا اعلان کیا۔ گذشتہ دنوں یونیورسٹی میں ایک پروقار کانووکیشن کا انعقاد ہوا۔ آزاد کشمیر کے صدر میجر جنرل (ریٹائرڈ) جناب سردار محمد انور خان نے آپ کو گولڈ میڈل اور دوسرے امتیازی اسناد عطا کئے۔

رپورٹ: ابوشاکہ،

سینو خانقاہ گرونگ

ملت ملت ملت ملت

تعاون کی اپیل

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

مَنْ بَنیٰ لِلّٰہِ مَسْجِدًا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ

ترجمہ: جس نے اللہ کے لیے مسجد تعمیر کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔

- جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ اسلام آباد سے متصل پلاٹ میں تعمیرات کے کام کا آغاز ہو چکا ہے جو کہ حال ہی میں سی ڈی اے کی جانب سے الاٹ ہوئی تھی۔ کچھ حد تک کام کر لئے ہیں مثلاً فرش ڈالنے کا مرحلہ، جوتوں کے لئے ریک، میت کے غسل کے لئے جگہ اور ضروری ریپیرنگ کا کام، تاہم مسجد کی توسیع کے پیش نظر پلاٹ والے حصے میں نمازیوں کے لئے وضو خانے کی تکمیل اور فنشنگ زیر تعمیر ہے۔ اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ضروری ہے کیونکہ آبادی میں روزافزوں اضافے سے نمازیوں کو وضو کے لئے قطار بنانی پڑتی ہے جس سے نمازیوں کو دشواری پیش آرہی ہے۔

- اسلام آباد کے مقامی لوگوں کا ان تعمیری کاموں میں غیر معمولی جوش وخروش پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس بار عید الفطر کے موقع پر حوصلہ افزا فطرانہ جمع ہوا ہے۔ انجمن محمدیہ بلتستانیہ صوفیہ نوربخشیہ تمام کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کرتی ہے اور امید ظاہر کرتی ہے کہ آئندہ بھی مخلصانہ تعاون جاری رہے گا۔

- **یاد رہے کہ!** انجمن نے فیصلہ کیا ہے کہ مستقبل قریب میں اسلام آباد مسجد کو ایک شاندار خانقاہ کی شکل میں بنایا جائے گا جس کے لئے کثیر مقدار میں فنڈز درکار ہوں گے۔ لہذا اجملہ ملت نوربخشیہ سے مخلصانہ اپیل کی جاتی ہے کہ اس بیت اللہ کے عظیم تر تعمیری کام میں حتی المقدور حصہ ڈالیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

داعی الی الخیر

انجمن محمدیہ بلتستانیہ صوفیہ نوربخشیہ،

اسلام آباد۔